ابنِ صفی

جلد نمبر
41

جاسوسی دنیا

121- شکاری پرچھائیاں

122- پرچھائیوں کے حملے

123- سائیوں کا ٹکراؤ

124- ہمزاد کا مسکن

جاسوسی دنیا نمبر 124

ہمزاد کا مسکن

(چوتھا حصہ)

پیشرس

جاسوسی دنیا کا خاص نمبر یعنی پرچھائیوں کے سلسلے کا آخری ناول ''ہمزاد کا مسکن'' پیش خدمت ہے۔ کتاب بہت لیٹ ہوگئی۔ اس سلسلے میں کچھ کہوں گا تو ڈھیروں عتاب نامے نازل ہو جائیں گے۔ کیونکہ میرے پڑھنے والے مجھے بھی فریدی ہی کی طرح کا آئرن مین دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ میں اونگھتا اور چھینکتا بھی ہوں گا۔ بحالت دردِ دنداں بینگن سا منہ بنائے پھرتا ہوں گا یا چوٹ لگنے پر سسکیاں بھی لیتا ہوں گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا کتاب لیٹ ہو جانے کے سلسلے میں کسی قسم کا دُکھڑا لے بیٹھنے کی بجائے صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اللہ کی مرضی!

اس بار کئی جواب طلب خطوط ہیں جن میں ایک بہت ہی اہم ہے۔ بلکہ اہم ترین کہنا چاہئے۔ کیونکہ اس کا تعلق ایک اہم ترین قومی مسئلے سے ہے۔ یعنی یہ کرنسی کا مسئلہ ہے۔ ایک صاحب لکھتے ہیں۔

''جناب عالی! ایک بہت ہی اہم مسئلے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ بھی اس لئے کہ ایک غیر ملکی سیاح سے شرمندگی اُٹھانی پڑی۔ کہنے لگا تم بہت مالدار قوم ہو۔ اتنے مالدار کہ اپنے کرنسی نوٹوں کو ٹوائیلٹ پیپر کی طرح استعمال کر کے پھینک دیتے ہو جنہیں حکومت اپنے طور پر چنوا کر بینکوں میں بجھوا دیتی ہے۔ کیا

آپ نے کبھی غور فرمایا صفی صاحب کہ ہمارے کرنسی نوٹ کتنے گندے ہوتے ہیں۔ کٹے پھٹے، سڑے بُسے کہ جیب میں رکھتے ہوئے گھن آتی ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے۔ شاید دنیا کے کسی ملک کی کرنسی اتنی گندی نہ ہوتی ہو۔ آخر اُس کا شکوہ کس سے کیا جائے۔ کس سے کہیں کہ ہماری یہ شکایت بھی رفع کی جائے۔''

''برادرم، کیا عرض کروں۔ ایک کہاوت ہمارے معاشرے میں صدہا سال سے چلی آرہی ہے۔ روپیہ پیسہ تو ہاتھ کا میل ہے۔''

لہٰذا اس سلسلے میں کچھ نہ کہیئے۔ یہ ہمارا قومی مزاج ہے۔ کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ اس کی ذمہ داری نہ حکومت پر ہے اور نہ کسی دوسرے ادارے پر اس کے ذمہ دار سراسر ہم خود ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جو قوم کرنسی جیسی نعمت کی حفاظت نہ کر سکے اُس کی لاپرواہیوں کا کیا پوچھنا۔ زندگی کا کوئی بھی شعبہ اس کی لاپرواہیوں کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بہرحال پھٹے ہوئے نوٹ اُس وقت سے زیادہ نظر آنے لگے ہیں جب سے ''ربر بینڈ سسٹم'' رائج ہوا ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ لوگ ربر بینڈ چڑھی ہوئی گڈیوں سے نوٹ اس طرح کھینچتے ہیں کہ اُن کا پھٹ جانا لازمی ہوتا ہے۔ ہم سے اتنا نہیں ہوسکتا کہ پہلے ربر بینڈ اتاریں پھر جتنے نوٹوں کی ضرورت ہو گڈی سے الگ کرلیں۔ دو تین سکنڈ کی کاہلی کی بناء پر ایک قومی نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ خدا کے لئے ہوش میں آیئے۔ یہی چھوٹی چھوٹی فروگذاشتیں اکٹھا ہوکر پہاڑ بن جاتی ہیں اور پھر ہم بیٹھے سوچا کرتے ہیں۔ کاش آسمان سے کوئی فرشتہ اُترے اور اس پہاڑ کو ڈھادے۔

والسلام

ابنِ صفی

۲۳؍جولائی ۷۸

پُراسرار عمارت ڈربی ہاؤز تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کسی کھڑکی یا روشندان میں ہلکی سی بھی روشنی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے برسوں سے ویران پڑی ہو۔

رات کے دو بجے تھے۔ عمارت کے آس پاس بھی گہرا سناٹا طاری تھا۔ اس علاقے میں ساری ہی عمارتیں ایک دوسری سے خاصے فاصلے پر واقع تھیں۔ اس لئے یہاں کے سناٹے کا کیا پوچھنا۔ کبھی کبھی کسی عمارت کی کمپاؤنڈ سے رکھوالی کے کتوں کے بھونکنے کی آواز فضا میں ارتعاش پیدا کرتی اور پھر پہلے ہی کا سا سکوت طاری ہو جاتا۔

وہ دونوں عمارت کے عقب میں زمین سے لگے ہوئے چھپکلیوں کی طرح آہستہ آہستہ رینگ رہے تھے۔ اس کے ارد گرد بھی دور تک ایسی ہی حرکت جاری تھی۔ یعنی متعدد افراد معینہ فاصلوں سے اُن کی تقلید کر رہے تھے۔

دفعتاً فریدی آہستہ سے بولا۔ ''ٹھہر جاؤ۔'' اور حمید جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اگر اس عمارت کی تلاشی ہی لینی تھی تو یہ کام پولیس فورس کے ذریعے بہ آسانی ہوسکتا تھا۔ اُٹھائی گیروں کے سے میک اپ میں یہ مہم کیوں سر کی جارہی ہے۔ حمید کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اس عمارت کی اہمیت کیا ہے۔ پرچھائیوں کے سلسلے میں آخری تجربے کے بعد سے فریدی نے اُسے اپنے ہی ساتھ رکھا تھا۔ وہ بھی اس

طرح کہ حمید زیادہ تر پڑا اونگھتا رہتا تھا اور شام کو وہ سب مل بیٹھتے تھے۔ فریدی کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے جنہیں حمید نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسی طرح دو دن گزر گئے تھے۔ پھر اچانک فریدی نے اس عمارت میں داخل ہونے کا پروگرام بنالیا تھا۔ لیکن اسکی غرض و غائت نہیں بتائی تھی۔ ویسے جس حلئے میں وہ سب تھے اُس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا جیسے نقب زنی کی واردات ڈرامیٹائز کرنے جا رہے ہوں۔ بہر حال وہ فریدی اور حمید کی حیثیت سے نہیں پہچانے جا سکتے تھے۔

دفعتاً کچھ دور پر ایک شعلہ سا لپکا اور بجھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں حمید نے فریدی کی آواز سنی۔ ''آؤ......!'' اور وہ پھر اُسی طرف رینگنے لگے جدھر شعلے کی لپک دکھائی دی تھی۔

ذرا ہی سی دیر میں دیوار کے قریب جا پہنچے۔ غالباً یہیں کہیں نقب لگائی گئی تھی اور شعلے کی لپک وہ اشارہ تھی کہ پہلا مرحلہ طے ہو گیا ہے۔ حمید کا اندازہ غلط نہیں نکلا تھا۔ وہ نقب کا مہرہ ہی تھا جس سے گزر کر وہ عمارت میں داخل ہونے والے تھے۔

سب سے پہلے فریدی نے اپنی ہی ٹانگیں نقب کے مہرے میں ڈالی تھیں اور اندر پہنچ کر سرگوشی کی تھی۔ ''آ جاؤ۔''

''حمید چھپکلی ہی کی طرح مہرے میں رینگ گیا۔ لیکن یہاں تو ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ پھر وہ کیسے فیصلہ کر سکتا کہ اب کدھر جانا ہے۔

دفعتاً فریدی کا ہاتھ اس کے بازو سے لگا اور وہ اچھل پڑا۔

''ہوش میں رہو۔'' فریدی نے سرگوشی کی۔

پھر اس نے پنسل ٹارچ کی روشنی کی باریک سی لکیر دیکھی جو ایک بند دروازے کے نچلے حصے پر جا پڑی تھی۔

فریدی نے آگے بڑھ کر آہستگی سے اس کا ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھل گیا۔ لیکن دوسری طرف بھی اتنی ہی گہری تاریکی تھی۔

پنسل ٹارچ بجھا دی گئی اور وہ وہیں ٹھہر کر سن گن لینے لگے لیکن کسی قسم کی بھی آواز نہ سنائی دی۔ فریدی نے اُسکا بازو چھو کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ پنسل ٹارچ پھر روشن ہو گئی تھی۔

حمید کی الجھن بڑھتی رہی۔ ہر چند کہ ایسی کوئی سچویشن اُس کے لئے نئی نہیں تھی لیکن آج

کا انداز ہی الگ تھا اور یہی انداز الجھن کا باعث تھا۔

پنسل ٹارچ کی روشنی میں وہ آگے بڑھتے رہے۔ یہ بھی ایک کمرہ ہی تھا۔ لیکن پہلے ہی کمرے کی طرح خالی تھا۔ یعنی یہاں کسی قسم کا بھی کوئی سامان نہ دکھائی دیا۔

اسی طرح وہ متعدد کمروں سے گزرے تھے کہیں فرنیچر دکھائی دیا تھا اور کہیں ویرانی نظر آئی تھی لیکن سارے ہی کمرے تاریک تھے۔ پھر جیسے ہی انہوں نے ایک دروازہ کھولا ہلکی سی روشنی دکھائی دی۔ حمید کا ہاتھ بغلی ہولسٹر پر جا پڑا تھا۔

فریدی تھوڑا تھوڑا کر کے دروازہ کھول رہا تھا لیکن اندر سے کوئی ردعمل ظاہر نہ ہوا۔ بالآخر اُس نے پورا دروازہ کھول دیا اور کمرے میں داخل ہونے کی بجائے اُسی طرح کھڑا رہا۔ کمرے میں ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور یہ روشنی ایک میز پر رکھی ہوئی ایک بہت بڑی بلوری گیند سے پھوٹ رہی تھی۔

''کیا خیال ہے......؟'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

''خاموش رہو۔''

دفعتاً دوسرے کمرے میں ایسی ہی آوازیں گونجنے لگیں جیسے کوئی بہت تیزی سے کسی ٹائپ رائٹر پر ٹائپ کر رہا ہو اور پھر حمید نے فریدی کا ہاتھ دبایا۔ کیونکہ بلوری گیند کی روشن سطح پر ایک تحریر دکھائی دی تھی۔

''سورج زحل کے خانے سے مریخ کے خانے میں داخل ہو چکا ہے۔ اس لئے تمہیں بہت محتاط رہنا پڑے گا۔ ہر قدم سوچ سمجھ کر اُٹھاؤ ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے۔''

''کیا یہ اطلاع ہمارے لئے ہے۔'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

''اگر ہو بھی تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔'' فریدی نے بدلی ہوئی اور کسی قدر اونچی آواز میں کہا۔ ساتھ ہی اُس کے ہولسٹر سے ریوالور بھی نکل آیا۔

''بہت فرق پڑے گا۔'' کمرے میں ایک نسوانی آواز گونجی۔ لیکن یہ جملہ انگلش میں ادا کیا گیا تھا۔

اور پھر انہوں نے دیکھا کہ روشن گیند والی میز کے عقب سے ایک بے حد دلکش چہرہ

اُبھر رہا ہے۔ حمید کے پھیپھڑوں سے ایک طویل سانس آزاد ہوئی۔

عورت اب سیدھی کھڑی پلکیں جھپکائے بغیر دروازے کی جانب گھورے جا رہی تھی۔ پھر اس نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ ''اندر آ جاؤ۔''

فریدی نے قدم آگے بڑھایا۔ حمید نے بھی اُس کی تقلید کی۔ اس کے بعد دو اور آدمی بھی کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ بھی فریدی کے ساتھیوں ہی میں سے تھے۔ شائد فریدی نے دو ہی کو اپنے ساتھ عمارت میں داخل ہونے کی اجازت دی تھی اور بقیہ اپنی اپنی پوزیشنوں ہی پر رہے تھے۔

''میں پامیلا ہوں؟'' عورت مسکرا کر بولی۔ ''اور تم لوگ؟''

''ہم لوگ بس ہم لوگ ہی ہیں۔'' فریدی نے جواب دیا۔

''یہ کیا بات ہوئی؟''

''ہم جیسے اپنے نام نہیں بتایا کرتے۔ بس تجوری کی نشاندہی کرو اور اُس کی کنجی ہمارے حوالے کر دو۔''

''یہاں کوئی تجوری نہیں ہے۔ تمہارے مخبر نے تمہیں غلط اطلاع دی ہے۔''

''تو پھر جتنی نقدی موجود ہے وہی نکالو۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔'' عورت ہنس پڑی۔

''کیا عجیب بات نظر آئی ہے تمہیں؟''

''یہی کہ ہم پیشہ لوگ ایک دوسرے کو لوٹا نہیں کرتے۔''

''اپنے اس جملے کی وضاحت کرو۔''

''میں بھی لٹیری ہوں۔''

''دل لوٹتی ہیں۔'' حمید بول پڑا۔

''ایسی بات بھی نہیں ہے۔'' اس بار عورت کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

''پھر کیا بات ہے؟'' فریدی نے پوچھا۔

''میں بے وقوف بنا کر جیبیں خالی کرتی ہوں۔''

''وہ کس طرح؟''

''اپنے اس کمپیوٹر کے ذریعے۔'' وہ بلوری گیند کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔

''اوہ......تو یہ کمپیوٹر ہے۔''

''ایک مخصوص وضع کا کمپیوٹر۔'' وہ سر ہلا کر بولی۔ ''لیکن یہاں کے سادہ لوح باشندے اسے جادو کی گیند سمجھتے ہیں جو اُن کے مستقبل کے بارے میں پیش گوئی کرتی ہے۔''

''کیا پولیس والے اس طرف متوجہ نہیں ہوئے۔''

''ضرور ہوتے اگر میں کوئی گری پڑی عورت ہوتی۔''

''اوہو......تو کیا تم کیرو کی اولاد ہو؟'' حمید نے سوال کیا۔

''نہیں......بس ایک معزز سرکاری آفیسر سمجھ لو۔ کیونکہ میں ایٹمی تحقیقاتی ادارے کی ایک تکنیکی مشیر ہوں۔''

''بہت خوب۔'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ ''تو اب تم ہمیں دھمکیاں بھی دو گی۔''

''میں نے تو نہیں دی دھمکی۔''

''تو پھر یہ سرکاری افسر والی بات۔''

''یہ حقیقت ہے۔ جب چاہو اس کی تصدیق کر سکتے ہو۔''

''تم ہمیں باتوں میں اُلجھا کر کیا کرنا چاہتی ہو؟''

''یہ بھی تمہاری غلط فہمی ہے۔'' وہ ہنس کر بولی۔ ''یہاں میں تنہا رہتی ہوں۔ میری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔''

''میں نے کہا تھا کہ جتنا کیش موجود ہو میرے حوالے کر دو اور ہاں زیورات بھی۔''

''زیادہ کیش کبھی نہیں رکھتی۔ زیورات کا شوق کبھی نہیں تھا۔''

''تو پھر ہم خود تلاش کر لیں گے۔''

''اور میں اس تلاش میں تمہارا ساتھ دوں گی۔''

''اگر کچھ بھی ہاتھ نہ لگا تو میں تمہارا یہ کمپیوٹر اُٹھا لے جاؤں گا۔'' فریدی نے بلوری گیند کی طرف اشارہ کیا۔

''اسے تو تم میری لاش ہی پر سے گزر کر لے جا سکو گے۔''

''ارے نہیں۔'' حمید جلدی سے بولا۔ ''تمہاری لاش کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔''

''تم نے دیکھا؟'' پامیلا نے فریدی کی طرف دیکھ کر کہا۔

فریدی نے حمید پر قہر آلود نظر ڈالی۔

''اس طرح غرا کر مت دیکھو باس۔'' حمید نے کہا۔ ''کیا تم خود بھی اتنے دلکش سراپے کو بے جان دیکھنا گوارا کرلو گے؟''

''خاموش رہو۔'' فریدی دھاڑا۔

''شور مت مچاؤ۔'' پامیلا ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ ''کمپیوٹر کے علاوہ اور جو کچھ بھی چاہو یہاں سے لے جاسکتے ہو۔ مجھے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہوگی۔''

''تم خود ہی ہمارے حوالے کردو۔''

''کیش ڈیڑھ سو روپے سے زیادہ نہیں ہے۔''

''میں یقین نہیں کرسکتا۔ یہاں تجوری ضرور ہوگی۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔ ''تم یہیں ٹھہرو اور اسے کور کئے رکھو۔ ہم خود تلاش کرلیں گے۔''

پامیلا نے لاپرواہی کے اظہار میں شانے سکوڑے اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔

فریدی اپنے دونوں آدمیوں سمیت کمرے سے چلا گیا۔ حمید پامیلا کی طرف ریوالور اُٹھائے کھڑا رہا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ ''تم نے ابھی تک اپنے ایک جملے کی وضاحت نہیں کی۔''

''کس جملے کی؟'' پامیلا نے پُرسکون آواز میں پوچھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس سچویشن سے قطعی متاثر نہ ہوئی ہو۔

''یہی کہ ہم پیشہ لوگ ایک دوسرے کو لوٹا نہیں کرتے اور یہ کہ تم لٹیری ہو۔''

''میں نے کہا تھا کہ میں لوگوں کو بیوقوف بنا کر ٹھگتی ہوں۔''

''کس طرح؟''

''اسی کمپیوٹر کے ذریعے۔ وہ اسے جادو کی گیند سمجھتے ہیں۔ اپنے مستقبل کے بارے میں معلوم کرنے آتے ہیں اور خاصی بڑی رقمیں دے جاتے ہیں۔''

''اور تم ان رقومات کو بینک میں جمع کرادیتی ہو۔''

''عادت سے مجبور ہوں۔''

''یہ کمپیوٹر کس قسم کا ہے؟''

''آسانی سے سمجھ میں آنے والی چیز نہیں ہے ورنہ سمجھا دیتی۔''

''خیر مجھے اس سے کیا۔''

''ایک بات بتاؤ۔'' وہ ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ ''آخر تم لوگ اس طرح کتنا کما لیتے ہو گے؟''

''یہ کیوں بتاؤں۔''

''میرا خیال ہے کہ اس طرح ایڈونچر تمہارے ہاتھ آتا ہوگا۔ تمہاری مفلوک الحالی بتاتی ہے تمہیں اس پیشے سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں پہنچ رہا۔''

''تمہیں اس سے کیا؟'' حمید نے بگڑ کر کہا۔

''مجھے رحم آ رہا ہے تم لوگوں پر اور افسوس ہو رہا ہے کہ میرے پاس اس وقت ڈیڑھ سو سے زیادہ رقم نہیں ہے۔''

''بس بس......!'' حمید ہاتھ اُٹھا کر زور سے بگڑا۔ ''کیا ہم بھکاری ہیں۔''

''شکلوں سے تو ایسے ہی لگتے ہو جیسے دن بھر بھیک نہ ملنے کی وجہ سے رات کو چوری کی نیت سے نکل کھڑے ہوئے ہو۔''

''میں کہتا ہوں خاموش رہو۔'' حمید فرش پر پاؤں مار کر بولا۔

''اوہ نہیں۔'' وہ مسکرا کر بولی۔ ''میرا مقصد تمہارا مضحکہ اڑانا نہیں ہے۔ میں تو یہ چاہتی ہوں تم کوئی ایسا کام کرو جو باعزت بھی ہو اور منفعت بخش بھی۔ ساتھ ہی پولیس کا دھڑکا بھی نہ لگا رہے۔''

''میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔''

''مجھے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو میری پبلسٹی کر سکیں۔''

''اچھا تو پھر......!''

''میری پبلسٹی کرو۔ اتنا معاوضہ ملے گا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

''اخبارات میں مشتہر کیوں نہیں کرا دیتیں؟''

''سرکاری ملازم ہوں اس لئے یہ حرکت غیر قانونی ہوگی۔''

''کس ملک سے تعلق ہے تمہارا......؟''

''میں فلپینی ہوں۔''

''خوش قسمت ملک معلوم ہوتا ہے فلپائن۔''

''کیوں......؟''

''کیا وہاں کی زیادہ تر عورتیں اتنی ہی خوبصورت ہوتی ہیں جتنی تم خود ہو۔''

''میں تم سے بزنس کی بات کر رہی ہوں اور تم نے شاعری شروع کر دی۔''

''خوب صورت عورتوں سے میں صرف ایک ہی بات کرتا ہوں۔''

''اول درجے کے بے وقوف معلوم ہوتے ہو۔ خیر میں تمہارے سردار سے بات کروں گی اسے آنے دو۔''

''محترمہ! ہم یہاں چوری کرنے آئے ہیں بزنس کرنے نہیں آئے۔''

''بزنس اور چوری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔''

''تم مجھے ورغلانے کی کوشش کر رہی ہو۔ ٹھیک ہے میرے باس ہی سے بات کر لینا۔''

''ہاں یہی بہتر ہوگا۔ لیکن اتنی دیر تک بے کار کیوں بیٹھا جائے۔ تم مجھے اپنی تاریخ پیدائش بتاؤ تاکہ میں تمہارے مستقبل کے بارے میں اپنے کمپیوٹر سے معلومات حاصل کر سکوں۔''

''ٹھہرو۔'' حمید ریوالور کو جنبش دے کر بولا۔ ''تم یونہی کھڑی رہو گی۔''

''کھڑے کھڑے کمپیوٹر کو آپریٹ نہیں کر سکوں گی۔''

''کون کہتا ہے کہ آپریٹ کرو۔''

''دیکھو بے وقوف آدمی کیا میں اُس وقت تم سبھوں کا صفایا نہیں کر سکتی تھی جب تم حیرت سے میری میجک بال کی تحریر پڑھ رہے تھے۔ کیا میں تمہیں نظر آئی تھی؟''

حمید کچھ نہ بولا۔ سوچنے لگا تھا کہ ٹھیک ہی کہہ رہی ہے۔ اُس وقت وہ ہمیں نظر نہیں آئی تھی۔ ہمارے خلاف بہت کچھ کر سکتی تھی اور پھر وہ اس کے حسن سے بھی خاصا متاثر ہوا تھا۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' وہ مسکرا کر بولا اور ریوالور کو بغلی ہولسٹر میں رکھتے ہوئے کہا۔ ''کبھی کبھی میں واقعی احمقوں کی طرح سوچنے لگتا ہوں۔''

پھر اس نے پامیا کو اپنی صحیح تاریخ پیدائش بتائی تھی۔ وہ میز کی عقب والی کرسی پر بیٹھ گئی اور ٹائپ رائٹر کی ''کھٹا کھٹ'' کمرے میں گونجنے لگی۔ حمید کی نظریں بلوری گیند پر جمی ہوئی

تھیں۔ جس پر نمودار ہونے والی تحریر کچھ یوں تھی۔

''بچپن سے جوانی تک کا زمانہ ذہنی کرب میں گزارا۔ گھر کا ماحول پسندیدہ نہیں تھا۔ پھر گھر چھوڑ دینا پڑا اور ایک خطرناک پیشے سے منسلک ہو گئے۔ اُس پیشے کو خیر باد کہنے کے بعد ایک ہمدرد اور مخلص آدمی تمہاری زندگی میں داخل ہوتا ہے اور پھر تم اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جاتے ہو۔ موجودہ پیشہ بھی خطرات سے بھرا ہوا ہے۔ کئی بار مرتے مرتے بچے ہو۔ آئندہ بھی انہی خطرات میں گھرے رہو گے۔ لیکن تمہیں یہ زندگی پسند ہے۔ دلیر اور باہمت آدمی ہو۔ شادی کے مسئلے پر اگر سنجیدگی سے غور نہ کیا تو زندگی بھر بھی کنوارے رہ سکتے ہو۔ کسی اچھی پیش کش کو کبھی رد نہ کرنا۔ اس میں تمہاری بھلائی ہے۔''

تحریر غائب ہوگئی اور بلوری گیند کی روشنی بھی پہلے ہی کی طرح مدہم پڑ گئی۔

''کیا خیال ہے؟'' پامیلا میز کے عقب سے اُبھرتی ہوئی بولی۔

''کمال ہے!'' حمید نے حیرت سے کہا۔ ''ایک بات بھی غلط نہیں ہے۔''

''آخری جملے کو ذہن میں رکھتے ہوئے میری پیش کش پر ضرور غور کرنا۔''

''اوہ......میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کیا جواب دوں۔ باس سے بات کرو۔''

''اگر اُس کی تاریخ پیدائش تمہیں معلوم ہو تو بتاؤ۔ اس کے بارے میں بھی دیکھے لیتے ہیں۔'' پامیلا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''وہ اپنی تاریخ پیدائش کسی کو بھی نہیں بتاتا۔''

''اچھا تو نام ہی بتاؤ۔ اس سے بھی کام چل جائے گا۔''

''گروہ میں ہارڈ اسٹون کہلاتا ہے۔ اصل نام سے کوئی بھی واقف نہیں۔''

''ہارڈ اسٹون۔'' وہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی سوچ میں پڑ گئی ہو۔ تھوڑی دیر بعد بولی۔ ''چلو ہارڈ اسٹون ہی کو آزماتے ہیں۔''

وہ پھر بیٹھ گئی۔ کی بورڈ پر اُس کی انگلیاں دوڑنے لگیں اور بلوری گیند کی سطح پر تحریر

اُبھرنے لگی۔

''نا قابل شکست۔ ماضی، حال مستقبل، ہنگاموں سے بھرپور۔ ذہنی صلاحیتیں قابل رشک۔ نڈر بے باک بے جگر۔ اپنے فیصلوں کے آگے کسی کو بھی خاطر میں نہ لانے والا۔ مخلص اور ایماندار۔ کمزور دشمن سے پہلو بچانے والا۔ طاقت ور دشمن کی گردن توڑے بغیر چین سے نہ بیٹھنے والا۔''

تحریر غائب ہوگئی اور پامیلا کرسی سے اُٹھتی ہوئی بڑبڑائی۔

''مخلص اور ایماندار......!''

''کیا تمہیں اس پر حیرت ہے؟''

''نہ ہونی چاہئے؟'' پامیلا نے سوال کیا۔

''وہ سچ مچ مخلص اور ایماندار ہے۔ لوٹ کے مال میں سے اپنے حصے سے زیادہ نہیں لیتا۔''

''لٹیرے اور ایماندار۔'' پامیلا کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''تو پھر تمہارا کمپیوٹر ہی جھوٹا ہوگا۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''کھل کر کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔''

''کچھ بھی نہیں۔ میں تو صرف حیرت ظاہر کر رہی ہوں۔''

''یہ عمارت آخر کتنی بڑی ہے۔ وہ لوگ ابھی تک واپس نہیں آئے۔'' حمید نے کہا۔

وہ لاپروائی سے شانے سکوڑ کر رہ گئی۔ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ حمید اُسے بغور دیکھتا رہا۔ خود وہ اُس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

حمید کو سچ مچ تشویش تھی کہ اب تک فریدی کی واپسی کیوں نہیں ہوئی۔ کیا سچ مچ اُسے وہاں کسی تجوری کی تلاش تھی۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ فریدی نے کوئی لاحاصل قدم اُٹھایا ہوگا۔ یہاں اس طرح داخل ہونا بے مقصد نہیں ہو سکتا اور فی الحال پرچھائیوں والے معاملے کے علاوہ اس کے لئے اور کوئی دردِسر نہیں تھا۔ تو پھر یہ عورت......؟''

حمید نے کھنکار کر پامیلا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ وہ چونک پڑی اور اس

طرح اُس کی طرف دیکھنے لگی جیسے وہاں اس کی موجودگی کو فراموش ہی کر بیٹھی ہو۔ پھر غصیلے لہجے میں بولی۔ ''جاؤ...... تم بھی جاؤ۔ تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔''

''کیا مطلب......؟''

''وہ لوگ چلے گئے۔''

''یہ کیسے ممکن ہے؟''

''کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟'' اس نے غضب ناک ہو کر کہا۔

''میں یہ نہیں کہتا۔ بھلا تم یہاں کھڑے کھڑے دیوار کے پیچھے کا حال کیسے جان سکتی ہو۔''

''خاموش رہو۔ میرا کمپیوٹر تم پر یہ حقیقت بھی واضح کر سکتا ہے۔''

وہ پھر بیٹھ گئی اور کی بورڈ والا شغل دوبارہ جاری ہو گیا۔ بلوری گیند پر تحریر اُبھرنے لگی۔

''انہوں نے عمارت کا چپہ چپہ دیکھا اور اسی راستے سے واپس چلے گئے جو اُنہوں نے شمال کی جانب والی دیوار میں بنایا تھا۔''

حمید سناٹے میں آ گیا اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ مجھے یہاں چھوڑ کر خود چلے گئے ہوں گے۔''

''اگر تم نے میرے کمپیوٹر کو جھٹلانے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہو گا۔'' وہ غرائی۔

''میری تو عقل ہی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔'' حمید بے بسی سے بولا۔

''چلو......!'' وہ میز کے پیچھے سے نکلتی ہوئی بولی۔ ''اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔''

اب اس کا پورا سراپا حمید کی نظروں کے سامنے تھا۔ دل ہی دل میں تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ بہت دنوں کے بعد کوئی ایسی عورت نظر سے گزری تھی جو اُسے پوری طرح اپنی طرف متوجہ کر سکی۔ وہ کسی بت کی طرح خاموش کھڑا رہا۔

''ہلتے کیوں نہیں اپنی جگہ سے۔ چلو میرے ساتھ۔'' وہ پھر بولی۔

حمید طوعاً و کرہاً اُس کے ساتھ چل پڑا۔

اب عمارت کا ہر کمرہ روشن نظر آ رہا تھا۔ اُنہوں نے عمارت کا گوشہ گوشہ چھان مارا اور پھر اُس جگہ جا پہنچے جہاں فریدی کے آدمیوں نے نقب لگائی تھی۔

پامیلا وہیں رک کر نقب کے مہرے کو گھورتی رہی۔ پھر تھوڑی دیر بعد حمید کی طرف مڑ کر

بولی۔

''تم لوگوں کی یہ آمد و رفت میری سمجھ میں تو نہیں آ سکی۔''

''اب تو میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہی۔'' حمید نے آہستہ سے کہا اور اپنی گردن سہلانے لگا۔

''وہ آخر تمہیں کیوں چھوڑ گئے۔''

''نہ سمجھ میں آنے والی بات یہی ہے۔''

''تمہاری کیا پوزیشن ہے اس گروہ میں۔''

''وہی جو باس کے بعد سب کی ہے۔''

''میں یقین نہیں کرسکتی۔'' وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ ''تم اُن میں سے کمترین آدمی ہو۔ ورنہ اس طرح یہاں کیوں چھوڑ دیئے جاتے۔''

حمید کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ پھر بھی کچھ کہنا چاہا لیکن آخر کار سختی سے ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

''جاؤ...... کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ دفع ہو جاؤ۔'' وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔

''میں اس طرح نہیں جاؤں گا۔'' حمید نے تیکھے لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب......؟''

''پولیس کو فون کرو اور مجھے گرفتار کرا دو۔''

''میں کہتی ہوں جاؤ۔''

''یقین کرو...... اب مجھے یہاں سے پولیس ہی لے جائے گی۔''

''پتا نہیں تم کیسی اُلٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو۔''

''بالکل سیدھی بات ہے۔ پولیس کو مطلع کرو۔ وہ مجھے یہاں سے لے جائے۔''

''میں ایسا نہیں کرسکتی۔''

''کیوں......؟'' حمید اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''اس لئے کہ میں بھی ایک غیر قانونی کام میں ملوث ہوں۔''

''یہ کوئی ایسا غیر قانونی کام نہیں ہے جو قابل دست اندازی پولیس ہو۔ بہتیرے سرکاری

ملازم سائیڈ بزنس کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ محکمہ جواب طلب کر لیتا ہے۔"

"بحث کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"پھر میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"جاؤ یہاں سے۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"سنو محترمہ! اب یہاں سے مجھے یا تو میرا باس ہٹا سکتا ہے یا پھر پولیس لے جا سکتی ہے۔" حمید نے نتھنے پھلا کر کہا۔

"پچھتاؤ گے؟"

"پھر دوسری وجہ بھی ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"جتنی دیر تمہیں دیکھ سکوں اچھا ہے۔"

"بہت ضدی ہو۔" وہ آنکھوں میں شوخی پیدا کر کے مسکرائی۔

"پامیلا...... بہت خوبصورت نام ہے۔"

"لیکن تم اپنا نام نہیں بتاؤ گے؟"

"باس اگر اجازت دے تو نام بھی بتا سکتا ہوں۔"

"تم اُس بھگوڑے کو اب بھی باس کہہ رہے ہو۔"

"بھگوڑا مت کہو۔ ورنہ تمہارا کمپیوٹر جھوٹا ٹھہرے گا۔"

"دراصل میں خود بھی نہیں سمجھ سکتی کہ آخر ہوا کیا؟"

"ویسے کیا تم رات بھر جاگتی رہتی ہو؟"

"یہ سوال تم نے کیوں کیا ہے؟"

"دو بج کر دس منٹ پر ہم اس عمارت میں داخل ہوئے تھے اور تم اپنے کمپیوٹر کے قریب بیٹھی ہوئی ملی تھیں۔"

"مجھے چار بجے سے پہلے نیند نہیں آتی اور صبح نو بجے تک سوتی ہوں۔"

"اور تم ہم سے خائف بھی نہیں تھیں؟"

"خائف کیوں ہوتی تم آدمی ہی تو تھے۔ بھیڑیے تو نہیں تھے۔"

''پھر بھی یہاں کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ دوسری طرف یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ آخر باس نے اس عمارت کا انتخاب کیوں کیا تھا۔ پھر اس طرح مجھے یہیں چھوڑ کر فرار کیوں ہوگیا۔''

''ہے نا سوچنے کی بات۔''

''بالکل ہے...... لیکن میرے پاس کسی بات کا بھی جواب نہیں ہے۔''

وہ پھر اُسی کمرے میں واپس آ گئے جہاں بلوری گیند رکھی ہوئی تھی۔ پامیلا نے اُس سے کہا۔ ''دنیا کے بہتیرے معاملات ہماری سمجھ میں نہیں آتے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم اُن کی صداقت سے انکار کردیں۔''

''تم غالباً مجھے یہی باور کرانا چاہتی ہو کہ میرا باس اپنے آدمیوں کی پرواہ نہیں کرتا۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس نے پیشِ نظر معاملات کی طرف سے توجہ ہی ہٹالی ہو۔ کچھ اور سوچ رہی ہو۔

یہ حقیقت تھی کہ فریدی اور اس کے ساتھیوں نے عمارت کی تلاشی نہیں لی تھی۔ بلکہ پامیلا والے کمرے سے نکل کر سیدھے اُس حصے کی طرف آئے تھے جہاں نقب لگائی تھی اور فریدی کے ساتھیوں کو علم نہیں ہوسکا تھا کہ فریدی اس کمرے میں کس قسم کی کارروائی کرآیا ہے جہاں اُنہوں نے بلوری گیند دیکھی تھی۔

وہ نقب کے دہانے سے باہر بھی آ گئے اور پہلے ہی کے سے انداز میں زمین سے لگے ہوئے ایک جانب بڑھنے لگے۔ تاریکی اور سناٹے کا وہی عالم تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد فریدی نے اپنے برابر والے کا بازو دبایا اور وہ دوسرے آدمی سمیت بائیں جانب مڑ گیا۔

فریدی اب تنہا رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر اُسی جگہ رکا رہا پھر تیزی سے آگے بڑھنے لگا اور یہ

تیزی ایسی ہی تھی جیسے سچ مچ کوئی بہت بڑی چھپکلی دوڑی جارہی ہو اور کیا مجال کہ اس حرکت کی بناء پر ذرا سی بھی آواز پیدا ہوئی ہو۔

خاصی لمبی دوڑ کے بعد وہ بالآخر قدآدم جھاڑیوں کے ایک جھنڈ کے قریب جا پہنچا۔

''ہارڈ اسٹون......!'' وہ تھوڑی دیر بعد آہستہ سے بولا۔

''مُووِاِن سر......!'' جھاڑیوں کے اندر سے آواز آئی اور فریدی بڑی احتیاط سے جھاڑیاں ہٹا کر اندر داخل ہوا۔

''کیا رہی؟'' اس نے کسی سے سوال کیا۔

''ٹھیک ہے جناب۔ آلات کام کر رہے ہیں۔ دیر سے ریکارڈنگ کر رہا ہوں۔ ان کی گفتگو اب بھی جاری ہے۔'' قریب ہی سے آواز آئی۔

''ہیڈ فون مجھے دو۔'' اُس نے آواز کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ ہیڈ فون اپنے کانوں پر لگا رہا تھا۔ پامیلا اور حمید کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ پھر کچھ دیر کے لئے بالکل سناٹا چھا گیا۔ پھر قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی اس کے اندازے کے مطابق شاید وہ دونوں عمارت میں اُسے اور اُس کے دونوں ساتھیوں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔

کچھ دیر بعد دونوں پھر گفتگو کرنے لگے۔ پامیلا حمید سے کہہ رہی تھی۔ ''تمہارا باس اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا۔''

''ظاہر ہے۔'' حمید کی آواز آئی۔ ''ہم اچھے لوگ ہوتے تو یہ پیشہ کیوں اختیار کرتے۔''

''بُرے پیشے بھی چند اصولوں ہی کے تحت چلتے ہیں لیکن تمہارا باس صرف اپنا اُلو سیدھا کرنے کا ماہر معلوم ہوتا ہے۔''

''اگر ہو بھی تو مجھے اس سے کیا پریشانی ہوسکتی ہے۔'' حمید کی آواز آئی۔ ''میں خود بھی اپنا اُلو سیدھا کرنے کی فکر میں رہتا ہوں۔ اب یہی دیکھو کہ میں تمہیں یہاں چھوڑ کر باہر نہیں جانا چاہتا۔ لیکن اس میں میری کمینگی کو دخل نہیں ہے۔ بس تمہارے لئے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوگیا ہے میرے دل میں۔''

''بہت خوب۔'' پامیلا کا قہقہہ سنائی دیا۔

''میرا مذاق مت اُڑاؤ۔'' حمید کی آواز آئی۔ ''اتنی بڑی عمارت میں تمہاری تنہائی مجھے قابلِ رحم نظر آتی ہے۔''

''اچھا تو پھر......؟'' پامیلا کی آواز آئی۔

''میں تمہیں اس شہرِ غدار میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔''

پامیلا کا قہقہہ پھر سنائی دیا اور وہ بولی۔ ''اب تمہیں میری قوت کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔''

''کیا مطلب......؟'' حمید کی آواز آئی۔

''میں یہی چاہتی تھی کہ تم اپنے اس باس سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔''

''اوہ......میرے خدا۔ یہ کیا ہو گیا۔'' حمید کے لہجے میں ندامت کا عنصر شامل تھا۔

''اسی میں تمہاری بہتری ہے۔''

''اگر میں خود ہی اُس سے روگردانی کروں تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

''میری پناہ میں آئے ہوئے لوگوں کو گزند پہنچانے والے زندہ نہیں رہتے۔ ٹھہرو ابھی میرا کمپیوٹر بتائے گا کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔''

فریدی بڑی پھرتی سے ہیڈفون اُتارتا ہوا بولا۔ ''وائینڈ اپ کرو اور جلدی سے نکل چلو۔''

پھر اُس نے ایک بحری پرندے کی سی تیز آواز نکالی تھی۔ غالباً یہ دوسروں کے لئے اشارہ تھا کہ وہ بھی اپنی جگہیں چھوڑ دیں۔ جھاڑیوں کے اندر تاروں کی چھاؤں کی بھی رسائی نہیں تھی۔ کیونکہ اُن پر ایک گھنیرا درخت بھی چھایا ہوا تھا۔ لہٰذا گہرے اندھیرے میں یہ دیکھنا ممکن نہیں تھا کہ اس کا ساتھی کیا کر رہا ہے۔ بہرحال وہ خود جھاڑیوں سے نکل کر ایک جانب تیزی سے دوڑنے لگا۔

اس طرح وہ ایک واٹر کول انجن والی موٹر سائیکل تک جا پہنچا تھا۔ موٹر سائیکل اسٹارٹ ہوئی اور وہ اُسے سڑک پر نکال لایا۔ اُس کے پیچھے اور کوئی گاڑی نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اُس کے دوسرے ساتھی پہلے ہی سے متعین کئے ہوئے دوسرے راستوں پر نکل گئے ہوں گے۔ قریباً آدھے گھنٹے تک تیز رفتاری سے چلتے رہنے کے بعد اُس نے ایک جگہ موٹر سائیکل روکی اور پھر اُسے سڑک کے کنارے والی جھاڑیوں میں دھکیل لے گیا۔

تھوڑی دیر بعد جھاڑیوں سے نکلا اور سڑک پار کر کے ڈھلان میں اُترنے لگا۔ ساتھ ہی

اُس نے جیبی ٹرانسمیٹر بھی نکال لیا تھا۔ اُس کا سوئچ آن کر کے منہ کے قریب لاتا ہوا بولا۔

''ہیلو...... بی سکسٹین...... ہیلو بی سکسٹین...... ایچ ایس کالنگ...... بی سکسٹین۔''

''بی سکسٹین سر......!'' ریسیور سے آواز آئی۔

''رپورٹ۔''

''سب بہ آسانی نکل آئے ہیں اور اپنے ٹھکانوں پر ہیں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''عمارت پر نظر رکھنے والوں کو مطلع کر دو کہ کسی وقت بھی غافل نہ ہوں اور یہ بھی بتا دو کہ عمارت میں اب ایک فرد کا اضافہ ہو گیا ہے۔''

''او کے سر۔''

''اُوور اینڈ آل۔'' کہہ کر فریدی نے سوئچ آف کر دیا۔ یہاں راستہ کسی قدر دشوار گزار تھا۔ اس لئے اُس نے پنسل ٹارچ روشن کر لی۔ ڈھلان کے اختتام پر بائیں جانب مڑا اور کچھ دیر چلتے رہنے کے بعد ایسی جگہ جا پہنچا جہاں تین چار جھونپڑیاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہی تھیں۔

دفعتاً کسی کتے کی غراہٹ سنائی دی اور فریدی بڑے شفقت آمیز لہجے میں بولا۔ ''شٹ اپ۔''

کتا چوں چوں کرتا ہوا قریب آ گیا اور اُس کے گرد چکر لگانے لگا۔

حمید کی نظر بلوری گیند پر جمی ہوئی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ حیرت انگیز کمپیوٹر سچ مچ فریدی اور اُس کے ساتھیوں کی نشاندہی نہ کر دے۔

پامیلا میز کی دوسری جانب بیٹھی کی بورڈ سے شغل کرتی رہی۔ لیکن بلوری گیند کی سطح پر صرف ہلکی سی روشنی نظر آ رہی تھی۔ کسی قسم کی تحریر نہ دکھائی دی۔

تھوڑی دیر بعد پامیلا نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ ''پتہ نہیں وہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے یا اُنہیں زمین نے نگل لیا۔''

''ایک منٹ۔'' حمید ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''کہیں وہ اسی عمارت ہی کے کسی جنجال میں نہ پھنس گئے ہوں۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''ہوسکتا ہے کسی کمرے کے فرش نے اُنہیں نگل لیا ہو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک بار ہم ایسے ہی حالات سے دوچار ہو چکے ہیں۔''

''کس طرح؟''

''کمرے کا فرش بڑی تیزی سے نیچے دھنسنے لگا تھا اور ہم دیکھتے ہی دیکھتے تیس چالیس فٹ کی گہرائی میں چلے گئے تھے۔''

''تم کس وہم میں مبتلا ہو۔ یہاں ایسا کوئی گورکھ دھندا موجود نہیں ہے۔''

''تم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتیں۔''

''کیوں یقین کے ساتھ کیوں نہیں کہہ سکتی۔''

''کیا یہ عمارت تم نے بنوائی تھی۔''

''نہیں...... میں کرایہ دار ہوں۔''

''کرایہ داری کی مدت......؟'' حمید نے سوال کیا۔

''یہی کوئی دو ماہ ہوئے ہیں۔''

''بس تو پھر تم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتیں کہ اس فرش کے نیچے کیا ہے۔''

''اگر ہو بھی تو مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔'' وہ کسی قدر جھنجھلا کر بولی۔ ''اور دوسری بات یہ کہ اس قسم کی حرکتیں اُس وقت ہوسکتی ہیں جب میرے ساتھ یہاں کوئی اور بھی موجود ہو۔ میں یہاں تنہا ہوں اور تمہارے ساتھیوں کی عدم موجودگی میں بھی یہیں تمہارے سامنے موجود رہی تھی۔''

''میں سمجھ گیا تم کیا باور کرانا چاہتی ہو۔''

''کیا سمجھ گئے۔''

''یہی کہ یہاں تمہارے علاوہ اور کوئی موجود نہیں ہے۔''

''میں غلط نہیں کہہ رہی۔'' وہ غضب ناک ہو کر بولی۔

''تو پھر میرا باس ایسا نہیں ہے کہ کسی قسم کے خطرے کی بو سونگھے بغیر کہیں سے فرار ہو جائے اور پھر ایسی صورت میں جبکہ اُس کا کوئی آدمی پیچھے رہ گیا ہو۔''

''یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ تمہیں یہاں چھوڑ کر خود فرار نہیں ہو سکتا۔''

''ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ وہ اُسے قطعی پسند نہیں کرتا کہ اس کا کوئی آدمی پولیس کے ہتھے چڑھ جائے۔ یہاں مجھے چھوڑ جانے میں اس کا خطرہ پایا جاتا ہے۔''

''تمہارا باس بھی جہنم میں جائے اور تم بھی۔ جاؤ نکلو یہاں سے۔''

''لیکن میں نہایت خلوص سے پولیس کے ہتھے چڑھ جانا چاہتا ہوں۔''

''میری طرف سے کنوئیں میں کود پڑو۔''

''اور میں یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ تم غصے میں کیسی لگتی ہو۔''

''بہت ڈھیٹ ہو۔''

''اتنا ڈھیٹ کہ فوجی ملازمت کے دوران میں لیفٹیننٹ سے سارجنٹ بنا دیا گیا تھا۔''

''اوہو......تو فوج سے نکالے گئے تھے۔''

''نکالا نہیں گیا تھا......ذہنی مریض بن کر چھٹی کرالی تھی۔''

''بہت خوب! تب تو واقعی کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ لیکن کیا پتا یونہی بکواس کر رہے ہو۔''

''کیا تمہارا کمپیوٹر اس کی تصدیق نہیں کر سکے گا۔''

''نہیں۔'' اس میں یہ خوبی نہیں ہے کہ سچ اور جھوٹ کو پرکھ سکے۔

''تب پھر مجبوری ہے۔''

''اگر تم اپنا صحیح نام بتا دو تو تاریخ پیدائش کی مدد سے جواب مل سکتا ہے۔''

''زیٹو نام ہے۔''

''پورا نام......!''

''زیٹو چرخی والا۔''

وہ پھر میز کے عقب میں چلی گئی اور کی بورڈ کی کھٹا کھٹ کمرے میں گونجنے لگی۔ گیند پر نمودار ہونے والی تحریر تھی۔

''یا تو نام غلط ہے یا تاریخ پیدائش صحیح نہیں ہے۔''

''اب بتاؤ کیا کہتے ہو......؟'' میز کے عقب سے پامیلا کی آواز آئی۔

''تمہارا کمپیوٹر سچا اور میں جھوٹا ہوں۔ لیکن کسی حال میں بھی تمہیں اپنا اصل نام نہیں بتا سکتا۔''

''بس تو پھر میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتی۔ یہاں سے فوراً چلے جاؤ اور اُسی راستے سے جاؤ جدھر سے آئے تھے۔''

''واپسی تو باعزت طور پر ہونے دو۔ صدر دروازے سے رخصت کرو۔''

''ناممکن......!''

''آخر اس میں کیا حرج ہے۔''

''میری مرضی۔''

''میں تنہا عمارت کے عقب والے ویرانے سے نہیں گزر سکتا۔''

''آئے کیسے تھے؟''

''اس وقت تنہا نہیں تھا۔''

''کچھ بھی ہو تمہیں اُدھر ہی سے جانا ہوگا۔''

''ابھی تو میں نے یہی فیصلہ نہیں کیا کہ میں واپس جاؤں گا بھی یا نہیں۔'' حمید ہنس کر بولا۔ ''تم بہت ڈرپوک معلوم ہوتی ہو۔''

''فضول باتیں مت کرو۔'' وہ بگڑ کر بولی۔ ''تم کیا چیز ہو۔ تم جیسے دس افراد بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

''مجھے اس دعوے کا ثبوت چاہئے۔''

وہ اُسے غور سے دیکھتی رہی پھر ہنس کر بولی۔ ''کتنی بار کہوں کہ بہت ڈھیٹ ہو۔ چلو بیٹھ جاؤ۔''

اُس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ حمید سر ہلا کر بولا۔ ''خدا کا شکر ہے تمہیں یاد تو آیا کہ اخلاقیات کی بھی کوئی حیثیت ہے زندگی میں۔'' اور پھر وہ بیٹھ کر پشت گاہ سے ٹک گیا

اور جیب سے تمباکو اور سگریٹ رول کرنے کے لئے کاغذ کا پیکٹ نکالنے لگا۔ ٹھیک اُسی وقت کرسی لرز کر رہ گئی اور وہ اپنے ہاتھوں کو جنبش بھی نہ دے سکا۔ وہ جہاں تھے وہیں رہ گئے کیونکہ کرسی نے اُسے چاروں طرف سے جکڑ لیا تھا۔ اس کے اطراف سے باریک تار نکلے تھے اور وہ خود کو کسی مکڑی کے جالے میں پھنسی ہوئی مکھی محسوس کرنے لگا تھا۔ انتہائی قوت صرف کرنے کے باوجود بھی وہ اپنے بازوؤں کو آزاد نہ کرا سکا۔

پامیلا اب کسی بھوکی شیرنی کی طرح اُسے گھورے جا رہی تھی۔ آخر سانپ کی طرح پھپھکاری۔ ''اب بتاؤ۔ کیا میں تمہاری گردن نہیں کاٹ سکتی؟''

''یہ میرے قول کی تصدیق ہے۔'' حمید جی کڑا کر کے مسکرایا۔ اُس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔

''کس قول کی۔''

''اسی قول کی کہ میرے باس کو بھی اس عمارت میں ایسا ہی کوئی حادثہ پیش آیا ہوگا۔ تم نے یہیں بیٹھے بیٹھے کوئی کارروائی کی ہوگی اور وہ پیوند زمین ہو گیا ہوگا۔''

''اپنے بارے میں سوچو کہ اب تمہارا کیا حشر ہوگا۔''

''اپنے بارے میں اس کے علاوہ کبھی کچھ نہیں سوچتا کہ کب کسی خوبصورت عورت کی ہم نشینی نصیب ہوتی ہے۔ میں تمہارے ساتھ قبر میں بھی دفن ہو سکتا ہوں۔''

وہ اُسے پھر غور سے دیکھنے لگی اور آہستہ آہستہ چہرے سے غصے کے آثار زائل ہو گئے۔

''میں تمہیں صرف یہ دکھانا چاہتی تھی کہ تنہا ہونے کے باوجود بھی خود کو بے بس نہیں محسوس کر سکتی۔''

''جو دل میں چاہے دکھاؤ...... میں بھی صرف ایک تماشائی ہوں۔''

''تمہارا باس یہاں کچھ الیکٹرونک ڈیوائیسز چھوڑ گیا ہے جن کے ذریعے ہماری گفتگو سن رہا ہوگا۔''

''اوہو......!'' حمید کے انداز میں حیرت تھی۔

''بہرحال تمہیں اُس نے چارے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ خواہ تمہارا حشر کچھ ہی کیوں نہ ہو۔''

''گروہ میں میرا یہی مصرف ہے۔ میرے لئے یہ کوئی نئی اطلاع نہیں ہے۔''

''واقعی تم بہت وفادار ہو۔''

''اس میں وفاداری کی کوئی بات نہیں۔ یہی میری ڈیوٹی ہے۔''

''خیر...... میں تمہیں آزاد کر رہی ہوں۔'' پامیلا نے کہا اور میز کی بائیں جانب ہاتھ لے جا کر کوئی حرکت کی اور حمید کے جکڑے ہوئے بازو آزاد ہو گئے۔ تار کرسی ہی کے کسی حصے میں واپس چلے گئے تھے۔ لیکن حمید پہلے ہی کے سے انداز میں بیٹھا رہا۔

''کیا تم اب بھی نہیں جاؤ گے۔'' پامیلا نے حیرت سے پوچھا اور حمید اپنے سر کو منفی جنبش دے کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔

''تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ میرا باس یہاں کوئی ایسی چیز چھوڑ گیا ہے جس کے ذریعے ہماری گفتگو اُس تک پہنچ سکے۔''

''میرے کمپیوٹر نے اطلاع دی ہے۔ ایک چھوٹا سا الیکٹرونک بگ تو اسی کمرے میں موجود ہے، دو اور دوسرے مقامات پر ہیں اور میں یہ بھی بتا سکتی ہوں کہ اس ساخت کے بکس صرف تین میل کے رقبے میں کارآمد ہوتے ہیں۔''

''لیکن تمہارا کمپیوٹر اس کی نشاندہی نہیں کر سکا۔''

''ہوسکتا ہے جب میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی ہو وہ بکس کے دائرہ کار سے باہر نکل گیا ہو۔''

''یہ کمپیوٹر ہے یا شیطان کی کھوپڑی۔''

''اگر میں یہ کہوں کہ میں تمہارے سیارے کی مخلوق نہیں ہوں تو......؟''

''تو میں یہ سمجھوں گا کہ ٹوئینٹتھ سینچری فوکس کی کوئی فلم دیکھ رہا ہوں۔''

''میں تمہیں دکھا دوں گی اور تمہیں یقین کرنا پڑے گا۔''

''چلو یقین کرلیا۔ لیکن اس سیارے پر تشریف آوری کا مقصد بھی بتادو۔'' حمید مسکرا کر بولا۔

''مقصد تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔''

''وہ تو میں نے یونہی کہہ دیا تھا حسن بذات خود ایک مقصد ہے۔ تم حسین ہو...... مقصدیت ظاہر ہے۔''

''بکواس مت کرو۔ یہاں یہ خانہ خالی ہے۔''

حمید نے اپنے سر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔''اس کی بات کر رہی ہو۔''

''نہیں......اس میں تو ایک دنیا آباد ہے۔ میں نے تمہاری بکواس کے سلسلے میں یہ بات کہی تھی۔''

''گویا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ مرد کے سلسلے میں کوئی خانہ خالی ہے۔''

''بالکل یہی بات ہے۔''

''تو سنو! ہمارے سیارے پر ایک ایسی چیز بھی پائی جاتی ہے جسے بےغرض وابستگی کہتے ہیں۔''

''ناممکن...... جب تم وابستگی کہتے ہو تو غرض سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ بے غرض وابستگی......دو متضاد الفاظ کا مرکب کہلائے گا۔ جس کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔''

''اس لگاؤ کو منطق سے بھی کوئی سروکار نہیں۔''

''میں کہتی ہوں تم میرا وقت کیوں برباد کر رہے ہو۔ جاؤ یہاں سے۔''

''اگر میں اس کا حکم ملنے سے پہلے یہاں سے ہلا بھی تو وہ مجھے گولی مار دے گا۔''

''یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔'' پامیلا نے خشک لہجے میں کہا۔

''لیکن ابھی کچھ ہی دیر پہلے تم اس پر مصر تھیں کہ میں تمہارا شریک بن کر تمہاری پبلسٹی کروں۔''

''مجھے یاد ہے۔ لیکن کمپیوٹر اس کی اجازت نہیں دیتا۔ تم خود دیکھ لو۔''

وہ پھر میز کے عقب میں جا کر کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگی اس بار گیند پر نمودار ہونے والی تحریر یہ تھی۔

''ناقابل اعتماد۔ البتہ اگر یہ موجودہ وفاداریاں ترک کر دے
تو اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ کسی ایک کے تابع رہ کر
دوسرے کو نقصان پہنچائے گا۔''

حمید نے سر کو جنبش دی اور اونچی آواز میں بولا۔''اب یہ معلوم کرو کہ اگر کسی پر عاشق ہو جائے تو اس نانہجار کا رویہ کیا ہوگا۔''

''فضول ہے۔'' وہ میز کے عقب سے اُبھرتی ہوئی بولی۔''تاوقتیکہ تم اپنے باس کو نہیں چھوڑ دیتے میرے لئے بے کار ہو۔''

''مجھے سوچنا پڑے گا۔ کیونکہ اب تو تمہیں بھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔''

''محض زبانی جمع خرچ! ثبوت پیش کرو۔''

''کس طرح پیش کروں۔''

''یہاں سے چلے جاؤ۔ تاکہ میں باور کرسکوں کہ تم نے اپنے باس کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔''

''کیا تم اس مسئلے کو صبح تک ملتوی نہیں کرسکتیں؟''

''ہرگز نہیں!''

''اگر اندھیرے میں مارا گیا تو۔''

''مجھے یقین آجائے گا کہ میری محبت کا دعویٰ سچا تھا۔''

''قدیم داستان کی محبوبہ نہ بنو۔''

''تم وقت ضائع کررہے ہو۔''

''خیر میں چلا جاؤں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں بھی تمہارے ایک دعوے کا ثبوت چاہتا ہوں۔''

''کس دعوے کا......؟''

''تم نے کہا تھا کہ تم اس سیارے کی مخلوق نہیں ہو۔ اسے ثابت کرو۔''

''میں عام آدمیوں سے مختلف ہوں۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے؟''

''چلو تسلیم کرلیا۔ لیکن تم اس سیارے پر پہنچیں کس طرح اور تمہیں ایٹمی ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں ملازمت کس طرح مل گئی۔''

''یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔''

''خوب تو یہ نفسیات کا کیس ہے۔'' حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''تم کچھ بھی کہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایٹمی ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں ملازمت سے قبل کی زندگی کا مجھے کوئی علم نہیں۔''

''لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم فلپینی ہو۔''

''اس لئے کہا تھا کہ میرے کاغذات یہی بتاتے ہیں لیکن مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی فلپائن گئی بھی ہوں۔''

''تمہارے خاندان کے دوسرے افراد کہاں ہیں؟''

''میں نہیں جانتی۔ ایٹمی ریسرچ انسٹیٹیوٹ سے پہلے کی زندگی کا مجھے کوئی علم نہیں۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ اپنی یادداشت کھو بیٹھنے کے بعد سیدھے یہیں کیوں چلے آتے ہیں۔'' حمید نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

''بہرحال مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی۔ تم یقین کرو یا نہ کرو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بس اب تم یہاں سے چلے ہی جاؤ۔''

''مجھے بھی تو نہ بھول جاؤ گی۔''

''تم میں یاد رکھنے کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔''

''مجھے یہ رات یہیں بسر کر لینے دو۔''

''اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو واقعی کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔''

''اچھا تو صدر دروازے کی طرف سے جانے دو۔''

''نہیں......تم ادھر ہی سے جاؤ گے جدھر سے آئے تھے۔'' پامیلا سخت لہجے میں بولی۔

''اُدھر بہت اندھیرا ہے اور اب میں بالکل تنہا ہوں۔''

''ڈرپوک آدمی مجھے پسند نہیں ہیں۔ اگر اپنے باس کے ہاتھوں مار نہ دیئے گئے تو صبح دس بجے صدر دروازے ہی سے یہاں چلے آنا۔''

حمید اُٹھ گیا۔ شدید الجھن میں مبتلا تھا جس کا اظہار اس نے کسی طرح بھی نہ ہونے دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر اُسی تاریک میدان میں کھڑا تھا۔ ہر طرف سناٹے کی حکمرانی تھی اور اب تو اُس کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آ رہا تھا کہ اسے جانا کدھر ہے۔ اُسے حیرت تھی کہ آخر فریدی نے اُس کے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کیا؟ اگر اس طرح چھوڑ کر چل دینا پہلے سے طے تھا تو اُسے کم از کم آگاہ تو کر دینا چاہئے تھا۔ پھر ایسی صورت میں یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ فریدی وہیں مل جاتا جہاں سے اُن کی روانگی ہوئی تھی۔ لہٰذا اس کا بھی فیصلہ کرنا تھا کہ اب اُسے جانا کہاں ہے۔ جیرِدم کی قیام گاہ کی طرف جانے کے لئے ضروری ہوتا کہ وہ ایک بار پھر عدنان خلیلی کا میک اپ کرتا اور ان حالات میں یہ دشوار تھا۔ بہرحال وہ تن بہ تقدیر ہو کر ایک جانب چل پڑا۔ پھر یک بیک خیال آیا کہ اس طرح کہاں بھٹکتا پھرے گا۔ آخر عمارت کے صدر دروازے کی طرف پہنچنے کی کوشش کیوں نہ کرے۔ اُدھر ہی سے صحیح طور پر راستے کا تعین

ہو سکے گا۔

عمارت سے دور ہٹ کر چلنے لگا اور اُس طرف جا پہنچا جدھر عمارت کا صدر دروازہ تھا۔ یہاں اُسے وہ سڑک مل گئی جو شہری آبادی کی طرف جاتی تھی اور اسے اندازہ ہوگیا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ لیکن کیا سات آٹھ میل پیدل چل سکے گا۔ تھکن سے نڈھال ہو رہا تھا۔ مگر اس وقت ادھر سے کسی سواری کا مل جانا ناممکنات ہی میں سے تھا۔

بہرحال چل پڑا خدا کا نام لے کر۔ شاید چار ہی فرلانگ چلا ہوگا کہ ایک گھوڑا گاڑی دکھائی دی جس پر دودھ کے برتن بار تھے اور وہ شہر ہی کی طرف جا رہی تھی۔ گاڑی بان مناسب معاوضے پر اُسے شہر لے جانے پر تیار ہوگیا۔ اس طرح اُس کی جان میں جان آئی تھی۔

اوزاکا بے خبر سو رہا تھا۔ صبح کے پانچ بجے تھے۔ کھیتوں پر کہر مسلط تھی اور سناٹے کی چادر دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

اچانک کسی نے اوزاکا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور وہ جگانے والے کی گرفت سے تڑپ کر اس طرح نکل گیا جیسے کوئی لیس دار مچھلی شکاری کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔

وہ تین تھے اور اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالور بھی تھا جس کی نال اُس کے سینے کی طرف اُٹھی ہوئی تھی۔

''اپنا لاکٹ اُتار کر ہمارے حوالے کردو'' ان میں سے ایک بولا۔ یہ تینوں سفید فام تھے۔ اوزاکا نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور بولا۔ ''اس لاکٹ کی قیمت ہی کیا ہے۔ یہاں بہتیری قیمتی چیزیں موجود ہیں۔''

''ہمیں صرف لاکٹ چاہئے۔''

''میری موت کے بعد ہی تم اسے ہاتھ لگا سکو گے۔''

''یہ بھی ممکن ہے۔'' ریوالور والے نے دھمکی دی۔

''بس تو پھر مجھے گولی مارو اور اسے لے جاؤ۔''

''لیکن تم تو ابھی کہہ رہے تھے کہ اس کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے۔'' دوسرا بولا۔

''تمہارے لئے...... میرے لئے تو یہ لاکھوں کی مالیت رکھتا ہے۔''

''اوہو...... کوئی جذباتی لگاؤ۔''

''ہاں...... اس میں میری ماں کی تصویر ہے۔''

''اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس میں تمہاری ماں کی تصویر نہیں ہے تو۔''

''تو پھر یہ میرے لئے بالکل بے معنی ہوگا۔''

''یقین کرو کہ اس میں تمہاری ماں کی تصویر نہیں ہے۔''

''جاؤ۔'' وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''اپنا اور میرا وقت برباد نہ کرو۔''

''تمہارا وہ لاکٹ ہمارے پاس ہے۔'' تیسرے آدمی نے کہا۔ ''یہ دیکھو۔'' اس نے لاکٹ جیب سے نکال کر کھولا تھا اور اُسے اُس کی ماں کی تصویر دکھانے لگا تھا۔

''تت...... تو پھر یہ لاکٹ۔'' اوزاکا ہکلا کر رہ گیا۔ پھر اچھل پڑا اور غرا کر بولا۔ ''تنظیم کے افراد کے علاوہ اور کس میں جرأت ہے کہ میری چیزوں پر ہاتھ ڈال سکے۔''

''تمہارا خیال درست ہے۔'' ریوالور والے نے کہا۔

''میرا شناختی کارڈ اُدھر میز پر موجود ہے۔''

''ہم جانتے ہیں۔''

''تو پھر اس برتاؤ کا کیا مطلب ہے؟''

''کیا تم اس سے بہتر برتاؤ کے مستحق ہو؟''

''تمہیں مجھ سے اس انداز میں گفتگو کرنے کا حق کس نے دیا ہے۔''

''تنظیم کا ہر فرد اس کا حق رکھتا ہے کہ کسی غدار سے جواب طلب کر سکے۔''

''اپنی زبان کو لگام دو۔ کس بناء پر مجھ کو غدار کہہ رہے ہو۔''

''تم نے ڈربی ہاؤز کے بارے میں پولیس کو آگاہ کر دیا ہے۔''

''یہ سراسر بکواس ہے۔''

''تم کرنل فریدی سے ملتے رہتے ہو اور تم ہی نے اسے ڈربی ہاؤز کے بارے میں بتایا تھا۔''

''سراسر اتہام ہے۔ میری اُس سے صرف ایک بار مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ بڑا آدمی اچھی طرح جانتا ہے۔ میں نے اُسے آگاہ کر دیا تھا۔''

''چلو لاکٹ اُتارو اور اپنا لاکٹ رکھو۔''

اوزاکا نے لاکٹ اُتار کر فرش پر ڈال دیا اور اُسے دوسرا لاکٹ دے دیا گیا۔

پھر ریوالور والے نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ ''میز پر سے اس کا شناختی کارڈ اُٹھالو۔''

''کک...... کیوں......؟'' اوزاکا نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

''اس لئے کہ اب تمہارا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں رہا اور ڈربی ہاؤز بھی اب تنظیم کے تحت نہیں ہے۔''

''وہاں ایک عورت رہتی ہے۔''

''رہتی ہوگی۔ اس عمارت کو جو چاہے کرائے پر حاصل کر سکتا ہے۔''

''تو اب میں آزاد ہوں؟''

''بالکل آزاد ہو......؟'' ریوالور والے نے خشک لہجے میں کہا۔ دوسرے آدمی نے میز پر سے وہ کارڈ اُٹھایا تھا جس پر دو آنکھیں بنی ہوئی تھیں اور پھر وہ باہر نکل گئے تھے۔

اوزاکا تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر زور سے ہنس پڑا تو گویا فریدی کا خیال درست تھا۔ اُس لاکٹ کے بارے میں یعنی اُس میں کوئی ایسی ڈیوائیس موجود تھی جس کا تعلق پرچھائیں سے تھا۔ وہ شخص دور سے بھی یہی نتائج اخذ کر سکتا ہے۔ بہر حال اب وہ اُس ہمزاد سے محروم ہوگیا جسکے بارے میں پامیلا نے بتایا تھا کہ اب وہ اُسکے تابع فرمان رہے گا۔ اچھا ہی ہوا کہ اُس بلا سے نجات مل گئی اور اب اس کا تعلق بھی تنظیم سے نہیں رہا۔ لیکن یہ انہونی بات تھی کہ وہ اُسے زندہ چھوڑ گئے تھے۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ تنظیم سے برگشتہ ہو جانے والا کوئی فرد زندہ بچا ہو۔ کیا اس میں بھی کوئی چال تھی؟ وہ سوچتا اور اُلجھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد کچن میں پہنچ کر کافی بنائی۔ دو سلائیس لئے اور شراب کی بوتل بھی میز پر رکھ لی۔ پھر اس طرح پینے لگا کہ ایک گھونٹ کافی کا لیتا تھا اور ایک گھونٹ شراب کا۔

دماغ کچھ گرم ہوا تو دو ہستیاں بیک وقت یاد آئیں۔ فیبی اور پامیلا۔ فیبی حسین اور

بھولی بھالی تھی۔ پامیلا پُراسرار اور بے پناہ سکس اپیل رکھنے والی تھی۔ دونوں ہی خوب تھیں۔ اور خود اوزاکا بھی عجیب تھا۔ کہاں تو فیمی کے لئے سردھڑ کی بازی لگائی تھی اور اپنی دانست میں تنظیم سے بھی ٹکرا گیا تھا اور اب فیمی کی شبیہ دھندلا کر بیک گراؤنڈ میں چلی گئی تھی اور پیش منظر میں پامیلا کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ اُسے یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی تھی کہ پامیلا کا تعلق تنظیم سے نہیں ہے ورنہ وہ تو سمجھا تھا کہ پامیلا دروغ گوئی سے کام لے رہی ہے اور خود اُسے کسی اور طرح استعمال کرنے کے لئے پامیلا تک تنظیم ہی نے اس کی رہنمائی کی ہے۔ لیکن پھر پامیلا نے پرچھائیں سے متعلق یہ کیوں کہا تھا کہ وہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہے اور اس کے توسط سے زمین پر وارد ہونا چاہتی ہے۔

''اونہہ جہنم میں جائے۔'' وہ سر جھٹک کر بڑبڑایا اور پوری بوتل اُٹھا کر ہونٹوں سے لگالی۔ اس وقت وہ خود کلامی کے موڈ میں تھا۔ بوتل کو دوبارہ میز پر رکھ کر بڑبڑایا۔

''پرچھائیں بھی رخصت ہوگئی آخرکار۔ کاش وہ کچھ دیر اور صبر کرتے۔ صرف آج شام تک وہ لاکٹ میرے قبضے میں رہنے دیتے۔ میں جمشید سے تو نپٹ لیتا۔ حکم دیتا ہمزاد کو کہ اس کے دفتر پر چڑھائی کردے۔''

اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ چند لمحے خاموش رہا اور پھر بولا۔ ''وہ آج ملبے کے ڈھیر میں دبا ہوا چیخ رہا ہوتا۔ فریاد کررہا ہوتا۔ کاش آج بھی وہ ہمزاد میرا تابع رہا ہوتا۔ اوہ...... میں ویسے بھی اُس نانہجار کو للکار سکتا ہوں۔ دیکھا جائے گا۔''

کچن سے نکل کر باتھ روم کا راستہ لیا۔ سورج طلوع ہو چکا تھا اور کھیتوں پر چھائی ہوئی دھند چھٹ گئی تھی۔ آج سردی بھی زیادہ نہیں تھی۔ بڑی خوش گوار صبح تھی۔

باتھ روم سے نکل کر اوزاکا نے فون پر ڈربی ہاؤز کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔ آواز پامیلا کی تھی۔

''میں اوزاکا بول رہا ہوں مادام......!''

''صبح بخیر مسٹر اوزاکا۔''

''میں ایک بُری خبر سنانے والا ہوں۔''

''اوہ...... خبر بس خبر ہوتی ہے نہ اچھی ہوتی ہے اور نہ بُری۔''

''بہرحال وہ ہمزاد رخصت ہوگیا جس کی نشاندہی تم نے کی تھی۔''

''اوہ...... یہ کیسے ہوا......؟''

''پتا نہیں۔ بس اب وہ میرے طلب کرنے پر حاضر نہیں ہوتا۔''

''ہوسکتا ہے کہ اس زمین پر مادی شکل اختیار کرنے میں ناکام رہا ہو اور پھر اپنے سیارے پر واپس چلا گیا ہو۔''

''میں بہت اُداس ہوں۔ ایک قوت میرے قبضے میں آ کر نکل گئی۔''

دوسری طرف سے پامیلا کا قہقہہ سنائی دیا پھر وہ بولی۔ ''تم غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ وہ تمہارے قبضے میں نہیں تھا بلکہ تم اُسکے قبضے میں تھے اور تمہاری زندگی بھی خطرے میں تھی۔''

''کیوں؟ میری زندگی خطرے میں کیوں تھی۔''

''وہ تمہارے جسم میں داخل ہوکر تمہاری روح کو باہر نکال پھینکتا۔ یعنی تم اوزاکا کی حیثیت سے مرجاتے اور وہ تمہارے جسم سے کام لیتا رہتا۔ تم دیکھ لینا اُس کا دوسرا تجربہ اس قسم کا ہوگا۔ لیکن خدا کرے اس بار اُس کی توجہ تمہاری طرف نہ ہو۔ کوئی اور میڈیم تلاش کرے۔ اخبارات میں کسی کرائم رپورٹر کا تجربہ بھی شائع ہوا تھا۔ تم نے دیکھا۔''

''اوہ...... وہ اسٹار کے کرائم رپورٹر والی بات، ہاں میں نے پڑھا تھا اور سوچا تھا کہ کیا اُس سیارے کے باشندے زمین پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔''

''خدا جانے کیا ہوگا۔''

''کاش میں امپائر اسٹیٹ بلڈنگ کا حشر دیکھ سکوں۔''

''اُن ممالک سے تو ایسی کوئی خبر نہیں آئی۔''

''نہیں آئے گی۔'' اوزاکا نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''اُس نامعلوم سیارے کی مردود مخلوق نے بھی رنگ دار قوم ہی کو تاک لیا ہے۔''

''بہت بھرے بیٹھے ہو۔''

''تم بھی رنگ دار ہی نسل سے تعلق رکھتی ہو۔''

''لیکن میں تنگ نظر نہیں ہوں۔ اسی سچائی پر میری نظر رہتی ہے کہ لہو کا رنگ ایک ہے۔ بعض غلط فہمیوں نے رنگ و نسل کی دیواریں آدمیوں کے درمیان کھڑی کررکھی ہیں۔''

''محض الفاظ۔'' اوزاکا کے لہجے میں بیزاری تھی۔

''بہت ستم رسیدہ معلوم ہوتے ہو۔''

''ہیروشیما کا ماتم گسار ہوں۔''

''مجھے افسوس ہے لیکن پرانی بات ہوئی۔ اس کے بعد سے اب تک لاکھوں انسان قحط، وبا، زلزلوں اور طوفانوں کے شکار ہو گئے ہوں گے۔''

''آدمی کے ہاتھوں لائی ہوئی تباہی اُن سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ جذبہ انتقام کو اُبھارتی ہے۔''

''اس مسئلے پر اطمینان سے کبھی گفتگو کریں گے۔ اس وقت معافی چاہتی ہوں۔''

''اچھا...... اچھا......!''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور ڈیوٹی پر جانے کے لئے تیاری کرنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پامیلا حقیقتاً تنظیم سے تعلق نہیں رکھتی ورنہ ایسی باتیں نہ کرتی۔ جب سے پامیلا سے ملاقات ہوئی تھی اوزاکا نے فیمی کے بارے میں کچھ سوچنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اسٹیل ملز کے لئے روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر اپنی نشست پر بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ منیجر کے پرسنل اسسٹنٹ نے آ کر طلبی کا حکم سنایا۔

''کہہ دو کہ ابھی آیا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔'' اوزاکا نے لاپرواہی سے کہا اور اسسٹنٹ اُسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

''کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو...... جاؤ کہہ دو۔''

''بہت بُرے آدمی سے سابقہ پڑ گیا ہے صاحب۔'' اسسٹنٹ نے کہا۔

''یعنی تم میرا یہ جواب اُس تک نہیں پہنچانا چاہتے۔'' اوزاکا مسکرا کر بولا۔

''میں اسٹاف کا ہمدرد ہوں...... مسٹر اوزاکا۔''

''سنو دوست! وہ مجھے ملازمت سے برخواست نہیں کر سکتا۔ میں ٹیکنیکل ایڈوائزر ہوں اور تمہاری حکومت کی درخواست پر یہاں آیا ہوں۔ مجھے ہاتھ لگانے والے بہت اوپر کے لوگ ہوں گے۔''

''لیکن وہ بے عزتی تو کر سکتا ہے۔''

''اور میں گھونسہ مار کر اس کے دانت بھی توڑ سکتا ہوں۔''

''بہرحال میں جا کر کہے دیتا ہوں کہ آپ باتھ روم میں ہیں۔ میں ٹیبل پر پیغام چھوڑ آیا ہوں۔''

''جیسا تمہارا دل چاہے۔'' اوزاکا نے بیزاری سے کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

اتنے میں اُس کا چپڑاسی چائے لے آیا اور اسسٹنٹ رخصت ہوگیا۔ اوزاکا چائے کا کپ خالی کر کے اُٹھا تھا۔

جمشید اپنے آفس میں اس کا منتظر تھا۔ دیکھتے ہی بولا۔ ''غالباً تم نے اپنے حق میں بہتر ہی سوچا ہوگا۔''

''میں زیادہ تر اپنے حق میں بہتر ہی سوچتا ہوں۔'' اوزاکا نے جواب دیا۔ اُس کا لہجہ اہانت آمیز تھا۔

جمشید میز پر گھونسہ مار کر غرایا۔ ''گڈ......بیٹھ جاؤ۔''

اوزاکا نے بے تکلفی سے کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔ پھر جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا ہی تھا کہ جمشید بولا۔ ''یہاں ڈسپلن مین ٹین کرو۔''

''اگر میں براہِ راست تمہارا ماتحت ہوتا تو تمہارے سامنے سگریٹ ہرگز نہ پیتا۔''

''میرے آفس میں چیئرمین بھی سگریٹ نہیں پی سکتا۔''

''اچھا تو پھر آفس سے باہر نکل کر بات کرو۔ میں سگریٹ ضرور پیئوں گا۔'' اوزاکا نے کہا۔

''اُٹھو اور باہر نکل جاؤ۔'' جمشید نے اُسے للکارا اور وہ اُٹھ کر باہر جانے لگا۔ دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اُس نے جمشید کو کہتے سنا۔ ''غبن کے سلسلے میں آج بورڈ کی میٹنگ بھی ہو رہی ہے۔ میں وہاں تمہاری رسیدیں بھجوا رہا ہوں جو تم نے سابق منیجر کو دی تھیں۔''

اُوزاکا باہر نکلا چلا گیا۔ تھوڑی دور چل کر رُکا اور سگریٹ سلگانے لگا۔ ٹھیک اسی وقت اُسے خیال آیا کہ وہ تنظیم سے الگ کر دیا گیا ہے۔ گویا بالکل تنہا رہ گیا ہے۔ لہٰذا کیا یہ بہتر ہوگا کہ ایسی صورت میں وہ مقامی لوگوں سے جھگڑا کرتا پھرے۔ جمشید کے معاملے میں اُسے محتاط ہو جانا چاہئے۔ ہر چند کہ وہ اس سے ایک ایسی بات معلوم کرنا چاہتا ہے جس کے سلسلے میں اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور وہ اس پر یقین نہیں کر رہا کہ وہ اس سے لاعلم ہے؟ تو پھر اُسے کیا کرنا چاہئے۔ آخر جمشید کو کس طرح راہ پر لے آئے جبکہ وہ زیادہ تر اُسے غصہ ہی

دلاتا رہا ہے۔ عجیب انداز ہے اُس شخص کا بھی۔ مقابل کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے اُسے کچھ سمجھتا ہی نہ ہو۔ خیر بیٹے جمشید تم بھی کیا یاد کرو گے۔ میں تمہیں تھکا ماروں گا اور تمہیں میرے بارے میں اپنے خیالات بھی تبدیل کر دینے پڑیں گے۔

دفعتاً وہ پھر جمشید کے آفس کی طرف مڑ گیا اور قریب پہنچ کر سگریٹ بھی بجھائی اور اُسے ڈسٹ بن میں ڈال کر دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

''کم اِن......!'' اندر سے جمشید غرایا۔

اوزاکا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور جمشید نے عجیب نظروں سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دی۔ شاید اشارہ کیا تھا کہ وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ جائے۔

''مجھے اپنے رویئے پر ندامت ہے مسٹر جمشید۔''

''کوئی بات نہیں۔'' جمشید سر ہلا کر بولا۔ ''ہم آدمی ہیں۔ مشین نہیں کہ صرف بندھے ٹکے اصولوں ہی کے تحت چلتے رہیں۔''

''میں حتی الامکان آپ کی مدد کرنے کی کوشش کروں گا۔''

''بے خوفی اور بے فکری سے تم ایسا کر سکتے ہو۔''

''کیا آپ نے سابق منیجر کے مکان کو پوری طرح دیکھ لیا تھا۔''

''اپنی دانست میں تو میں نے کوئی جگہ نظر انداز نہیں کی۔''

''کیا تہہ خانہ بھی دیکھا تھا......؟''

''تہہ خانہ......!'' جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جی ہاں......تہہ خانہ۔ وہاں ایک تہہ خانہ بھی ہے۔''

''کمال ہے۔ اس کی طرف تو میں نے توجہ ہی نہیں دی تھی۔''

''میں جانتا ہوں اور اس جگہ کی نشاندہی بھی کر سکتا ہوں جہاں سے راستہ نیچے گیا ہے۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ وہاں آپ کو کیا ملے گا۔ خود بھی کبھی نیچے نہیں اُترا۔''

''کیا تم میرے ساتھ وہاں چل سکو گے؟''

''آدھے گھنٹے بعد میں روانگی کے لئے تیار ملوں گا۔''

''ٹھیک ہے!''

حمید نے ٹھیک گیارہ بجے ڈربی ہاؤز کے گیٹ پر لگی ہوئی کال بل کا بٹن دبایا تھا۔ اس وقت پچھلی رات سے بہتر حالت میں تھا۔ یعنی لباس ڈھنگ کا پہن رکھا تھا اور میک اپ تو وہی تھا جس میں پامیلا سے پچھلی رات کو ملاقات ہوئی تھی۔

''کون ہے؟'' گھنٹی کے سوئچ کے اوپر والے اسپیکر سے آواز آئی۔ ''اپنا چہرہ اوپر اُٹھاؤ۔''

آواز پامیلا ہی کی تھی۔ حمید نے گردن کھجاتے ہوئے چہرہ اوپر اٹھایا۔

''اوہو......تو تم ہو؟'' اسپیکر سے آواز آئی۔ ''اب کیوں آئے ہو؟''

''اپنا وعدہ یاد کرو۔'' حمید نے بڑے رومینٹک انداز میں کہا۔

''ہاں ٹھیک ہے ...... یاد آیا۔ میں نے کہا تھا کہ دن میں آنا۔ تم آگئے۔ بہت خوشی ہوئی۔ اب واپس جاؤ۔''

''کیا بات ہوئی؟'' حمید بھنا کر بولا۔

''میں نے کہا ہے کہ واپس جاؤ۔''

''بلایا کیوں تھا......؟''

''یہ دیکھنے کے لئے کہ زندہ ہو یا مر گئے۔''

''اچھی بات ہے تو میں پچھواڑے ہی کی طرف سے آرہا ہوں۔''

''دیوار کی مرمت کرادی گئی ہے۔ اُدھر سے اب نہ آسکو گے۔''

''اچھا تو ادھر ہی سے پھاٹک پر چڑھوں گا اور کمپاؤنڈ میں کود جاؤں گا۔''

''سلاخوں میں بجلی کا کرنٹ دوڑ رہا ہے۔ کباب بن جائے گا تمہارا۔''

''آخر تمہیں مجھ سے ضد کیوں ہوگئی ہے۔''

''تمہاری صورت ہی ایسی ہے۔''

''یعنی کیا محسوس کیا کرتی ہو میری شکل دیکھ کر۔''

''وہی جو ایک بے مغز آدمی کی شکل دیکھ کر محسوس کیا جاسکتا ہے۔''

''بہت ضروری بات کرنی ہے۔ پھاٹک کھلوادو۔''

''اوہو......تو اب کوئی ضروری بات بھی ہے۔''

''اشد ضروری۔''

''اچھی بات ہے......آ جاؤ۔''

پھاٹک کے دونوں حصے کھسکتے ہوئے ادھر اُدھر دیواروں میں غائب ہوگئے۔ حمید نے پُرمعنی انداز میں سر کو جنبش دی اور کمپاؤنڈ میں داخل ہوگیا۔

پورچ میں پہنچا ہی تھا کہ پامیلا برآمدے میں کھڑی دکھائی دی۔ اُسے دیکھ کر مسکرائی۔ حمید بھی جواباً مسکرایا۔

''ضروری بات یہیں برآمدے میں ہوگی اور تم رخصت ہوجاؤ گے۔'' اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں ضروری باتیں ایسی جگہوں پر کرتا ہوں جہاں سے آسمان نہ دکھائی دیتا ہو۔'' حمید بولا۔

''تم فضول باتوں میں بہت وقت ضائع کرادیتے ہو۔''

''حالانکہ وہ فضول نہیں ہوتیں۔''

''صرف تمہارے نزدیک۔''

''دیکھو میں زندہ ہوں۔'' حمید نے خوش ہوکر کہا۔

''اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تم اپنے باس کے سلسلے میں جھوٹ بولتے رہے تھے۔''

''کیا مطلب......؟''

''یہ میرے خلاف کوئی گہری سازش ہے اور تم لوگ بھی میرے کاروباری حریفوں میں سے معلوم ہوتے ہو۔ پچھلی رات کی نقب زنی محض ایک ڈرامہ تھی تاکہ تم میں سے کم از کم ایک ہی میرا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے۔''

''یہ تم نے بالکل ہی نیا چکر چلادیا ہے۔'' حمید سر کھجاتا ہوا بولا۔

''تم میرا راز جاننا چاہتے ہو۔'' پامیلا اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

''آہا......تو تمہارا کوئی راز بھی ہے۔''

''میں خود ہی سراپا راز ہوں۔''

''شاعری بھی کرتی ہو۔''

''میں خود ہی ایک خوبصورت سا شعر بھی ہوں۔''

''یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے۔'' حمید مسکرا کر بولا۔

''اصل موضوع سے ہٹنے کی کوشش کر رہے ہو۔''

''اگر کچھ دیر اور یہیں کھڑا رہا تو......!''

''واقعی بہت ڈھیٹ ہو......چلو اندر چلو۔'' وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔

وہ اُسے ایک کمرے میں لے آئی جہاں بہت ہی اعلیٰ قسم کا فرنیچر موجود تھا۔ خود کھڑی رہی اور اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ ''تمہیں میری کسی بات کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔''

''میں جانتا ہوں۔ ہماری شاعری کے محبوب کا بھی یہی حال ہے۔ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔''

''یہاں شاعری کی بات نہیں ہو رہی۔''

''پھر میں اس جملے کی وضاحت ضرور چاہوں گی۔''

''میں نے تمہیں اپنے بارے میں سچی بات نہیں بتائی۔''

''کوئی بات نہیں۔ اب بتا دو۔''

''تم یقین نہیں کرو گے۔''

''یقین تو میں نے اس پر بھی کر لیا تھا کہ تم کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہو۔ پھر اسے بھی غلط نہیں سمجھا تھا کہ تم اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہو۔''

''یہ دونوں ہی باتیں جھوٹ تھیں۔''

''تو چلو اب تیسری سناؤ۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔

''میں اب کچھ نہیں کہوں گی۔ صرف سنوں گی۔''

''کیا سننا چاہتی ہو......؟''

''تم لوگ پچھلی رات یہاں کیوں آئے تھے؟''

''میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اصل مقصد کا علم باس کے علاوہ اور کسی کو بھی نہ ہوگا اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ مجھے یہاں کیوں چھوڑ گیا تھا۔''

''یہی مسئلہ میرے لئے مصیبت بن گیا ہے۔''

''کیا بات ہے؟'' حمید اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''تمہارے انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم بھی خود مختار نہ ہو۔''

''تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔ میں بھی کسی کی آلۂ کار ہوں اور مجھ سے جو کچھ کہا جاتا ہے کرتی رہتی ہوں۔ البتہ پچھلی رات میں اپنی حدود سے نکل گئی تھی۔ اپنے طور پر تم لوگوں سے گفتگو کر ڈالی تھی جس کا خمیازہ مجھے ضرور بھگتنا پڑے گا۔ وارننگ مل چکی ہے۔''

''کس سے وارننگ ملی ہے۔''

''کاش میں یہ جانتی ہوتی۔''

''غالباً تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ جن لوگوں کی آلۂ کار ہو اُنہیں شناخت نہیں کرسکتیں۔''

''تمہارا یہ خیال بھی درست ہے۔''

پھر حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اُس کے چہرے پر ایسے تاثرات نظر آئے جیسے کچھ سننے کی کوشش کررہی ہو۔

حمید بھی چوکنا ہوگیا۔ پھر اُٹھ ہی رہا تھا کہ عقب سے غراہٹ سنائی دی۔ ''اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔''

حمید نے پامیلا کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی۔

''یہ کس نامعقول نے مجھے للکارا ہے؟'' اس نے پامیلا سے سوال کیا۔

''مم...... میں نہیں جانتی۔ اُس کے ہاتھ میں پستول ہے۔''

''اُسے چاہئے کہ سامنے آ کر بات کرے۔'' حمید کے لہجے میں تلخی تھی۔ لیکن اس نے محسوس کیا کہ پامیلا پہلے سے بھی زیادہ خائف نظر آنے لگی ہے۔

عقب سے بولنے والا سامنے آ گیا۔ پستول کا رخ حمید کی طرف تھا۔

''اس کا مطلب؟'' حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

''تم کون ہو......؟''

''پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ'' حمید کا لہجہ مذاق اُڑانے کا سا تھا۔

''میں اس عمارت کا مالک ہوں۔''

''تو تم اس طرح کرایہ وصول کرتے ہو۔''

''خاموش رہو۔ خدا کے لئے خاموش رہو۔'' پامیلا خوفزدہ لہجے میں بولی۔

''تمہارا اس شخص سے کیا تعلق ہے؟'' حمید نے پامیلا سے سوال کیا۔

''یہ مجھے بتاتا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔''

''تو پھر تمہیں کچھ بتانے کی بجائے مجھے کیوں پستول دکھا رہا ہے۔''

''میں نہیں جانتی۔''

''یہاں سے چلے جاؤ اور آئندہ ادھر کا رخ بھی نہ کرنا۔'' نووارد نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔

''سرے سے کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آ رہی۔'' حمید سر جھٹک کر بولا۔

''پچ چلے...... جاؤ...... خدا کے لئے۔'' پامیلا گھگھیائی۔

''تم کہتی ہو تو جا رہا ہوں۔'' حمید اُٹھتا ہوا بولا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے دروازے کی طرف جائے گا لیکن اچانک اس نے نووارد کے پستول والے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور پستول فرش پر جا پڑا۔ پھر جیسے ہی نووارد پستول اُٹھانے کے لئے جھکا حمید کی بھرپور ٹھوکر اس کی ٹھوڑی پر پڑی اور وہ دونوں ہاتھوں سے منہ دبائے ہوئے الٹ گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں پستول حمید کی گرفت میں تھا۔ اُدھر پامیلا بوکھلا کر نووارد پر جھک پڑی جو شاید بے ہوش ہو گیا تھا اور دہانے کے بائیں گوشے سے خون کی پتلی سی لکیر باہر آ گئی تھی۔

''یہ کیا غضب کیا تم نے۔'' وہ سیدھی کھڑی ہو کر ہانپتی ہوئی بولی۔

''پھر اور کیا کرتا۔ آج تک کوئی مرد میری توہین کر کے ٹوٹ پھوٹ سے نہیں بچ سکا۔''

''تم نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ اب بھاگو یہاں سے۔'' وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔

باہر نکل کر بھی وہ اُسے ایک جانب دوڑاتی رہی اور پھر عمارت کے سرے پر رک کر جلدی جلدی بولی۔ ''وہ گیراج ہے...... کیا تم ڈرائیو کر سکتے ہو۔''

''کر سکتا ہوں!''

''اسپورٹس کار نکال لو۔ کنجی اگنیشن ہی میں موجود ہوگی۔ جلدی کرو۔''

حمید سوچ رہا تھا کہ کیا یہ دانش مندی ہوگی کہ بے چوں و چرا اس کے مشوروں پر عمل کرتا رہے۔

''اوہ......تم کیا سوچ رہے ہو۔ جلدی کرو۔ اگر اُسے ہوش آ گیا تو دونوں یہیں مار لئے جائیں گے۔'' وہ دانت پیس کر بولی۔

نووارد کا پستول حمید کی جیب میں موجود تھا۔ وہ اُسے ٹٹولتا ہوا گیراج میں داخل ہوگیا۔ اسپورٹس کار شاندار تھی۔ دو گاڑیاں اور بھی موجود تھیں۔ اس نے بڑی پھرتی سے اسپورٹس کار باہر نکالی اور ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''آؤ۔''

دوسری طرف کا دروازہ اس کے لئے کھول دیا تھا۔ پامیلا اُس کے برابر بیٹھتی ہوئی بولی۔ ''پھاٹک کی طرف۔''

پھاٹک سے گزر کر سڑک پر آجانے کے بعد حمید نے اُس سے پوچھا۔ ''تم مجھے کہیں لے جارہی ہو یا مجھے تم کو کہیں لے جانا پڑے گا۔''

''میں کہاں لے جاؤں گی۔ میرا تو اس عمارت کے علاوہ اور کہیں ٹھکانہ نہیں۔''

''خیر میں ہی بھٹکوں گا۔ لیکن اب جلدی سے بتا دو کہ قصہ کیا تھا؟''

''میں نہیں جانتی تھی کہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر گفتگو کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔''

''تو تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ پوری عمارت بگڈ ہے۔''

''ہاں......میرا اب یہی خیال ہے۔ پہلے میں سمجھتی تھی کہ صرف کمپیوٹر والا کمرہ بگڈ ہے۔''

''اگر یہ بات ہے تو پھر پچھلی رات ہمیں کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا کیوں نہیں کرنا پڑا تھا۔''

''ہوسکتا ہے تمہارا باس اسی خطرے کو بھانپ کر وہاں سے نکل گیا ہو اور اتنی جلدی میں گیا ہو کہ تمہیں بھی مطلع نہ کرسکا ہو۔''

''ہاں...... یہ بات سوچنے کی ہے۔''

''بہرحال میں اب بالکل قلاش ہوں۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

''اس کی فکر نہ کرو۔''

''تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟''

''کسی محفوظ جگہ۔''

''وہ مجھے تلاش کر کے مار ڈالیں گے۔ اُن کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔''

''میں ہمیشہ لمبے ہی ہاتھوں پر کلہاڑے چلاتا رہا ہوں۔''

''تب پھر وہ بات درست معلوم ہوتی ہے۔''

''کون سی بات۔''

''یہی کہ تم محکمہ سراغ رسانی کے ایک آفیسر ہو۔ کل تمہارے چلے جانے کے بعد مجھے یہ اطلاع ملی تھی۔''

''ساتھ ہی ہدایت بھی ملی ہوگی کہ اُسے پھانسنے کی کوشش کرو۔''

''نہیں صرف محتاط رہنے کو کہا گیا تھا۔ اسی لئے میں نہیں چاہتی تھی کہ دوبارہ تم سے ملاقات ہو۔ میں نے اس وقت تمہیں باہر ہی سے رخصت کر دینے کی کوشش کی تھی لیکن تم نہیں مانے۔''

''تو پھر پچھلی رات تم نے وہ سارے ڈائیلاگ اپنی طرف سے بولے تھے۔''

''ظاہر ہے۔ ورنہ مجھے کب علم تھا کہ کسی سے ہدایات لیتی تم لوگوں کے سلسلے میں اور اُس کی کہی ہوئی باتیں دہراتی۔''

''تمہارا مصرف کیا تھا؟''

''مختلف اوقات میں مختلف لوگ میرے پاس بھیجے جاتے تھے اور میں بعض معاملات میں اُنہیں وہی مشورے دیتی تھی جو پہلے سے مجھے ذہن نشین کرا دیئے جاتے تھے۔''

''تمہارے پاس تمہارا کوئی شناختی کارڈ بھی ہے جو تمہیں اُن لوگوں کیطرف سے ملا ہو؟''

''ہے تو......!''

''مجھے دکھاؤ۔''

''ڈربی ہاؤز ہی میں رہ گیا۔ کچھ بھی تو نہیں لاسکی۔ بس تن پر جو کپڑے ہیں ان کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔''

''شناختی علامت کیا تھی؟''

''دو آنکھیں۔''

حمید نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔

اوزاکا سوچ رہا تھا کہ جمشید تنظیم ہی کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے سابق منیجر کی تحویل میں کوئی ایسی چیز رہی ہو جسے تنظیم کے سربراہ تک پہنچانے سے پہلے ہی وہ مر گیا ہو اور اب جمشید اُس کی تلاش میں ہو۔ خود اوزاکا چونکہ سربراہ کی نظروں میں مشتبہ ہو چکا تھا اس لئے اُسے جمشید کی اصل حیثیت سے آگاہ نہ کیا گیا ہوگا۔

اس وقت وہ جمشید ہی کی گاڑی میں سابق منیجر کی قیام گاہ کی طرف جا رہا تھا اور جمشید ہی کے مشورے پر اُس نے اپنی گاڑی اسٹیل ملز ہی کی حدود میں چھوڑ دی تھی۔

گاڑی جمشید ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور اوزاکا کو اپنے برابر ہی والی سیٹ پر جگہ دی تھی۔ اُس کا موڈ بھی اس وقت خاصا خوش گوار تھا۔

''میں دوستوں اور دوستی کی قدر کرتا ہوں۔'' اُس نے دیر تک خاموش رہنے کے بعد اوزاکا سے کہا۔

''دوستی کے بغیر یہ دنیا تاریک ہوتی۔'' اوزاکا نے بھی ٹکڑا لگایا۔ ویسے وہ اب بھی دل ہی دل میں جمشید کو گالیاں دے رہا تھا۔

''تم بہت سمجھ دار آدمی ہو لیکن ساتھ ہی جذباتی بھی ہو۔ خیر یہ کوئی ایسی بُری بات بھی نہیں۔ جذباتی آدمی کسی قدر مخلص بھی ہوتا ہے اور ٹھنڈے دماغ کے لوگ مصلحت کوش اور خود غرض ہوتے ہیں۔''

''میں اپنے بارے میں بہت کم جانتا ہوں۔'' اوزاکا بولا۔

''ضرورت ہی کیا ہے۔ خود شناسی جہنم کے دہانے کھول دیتی ہے۔ خوش وہی ہیں جو صرف جبلتوں کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔''

''آپ کی باتیں مشکل سے سمجھ میں آتی ہیں مسٹر جمشید۔''

جمشید صرف مسکرا کر رہ گیا اور اوزاکا نے دل ہی دل میں اُسے پھر ایک گندی سی گالی دی۔ وہ اُسے پہلے ہی سے ناپسند کرتا تھا اور اب ذہن میں اس خیال کے جڑ پکڑتے ہی کہ وہ

بھی تنظیم ہی کا کوئی فرد ہے یہ نفرت دو چند ہوگئی تھی۔

گاڑی سابق منیجر کے بنگلے کے سامنے رکی تھی۔ یہاں وہ تنہا رہتا تھا۔ اُس کے متعلقین کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ مقامی پولیس اُن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس بنگلے کو بھی بند کر کے سیل کر دیا گیا ہوتا لیکن اسٹیل ملز کی انتظامیہ نے ایسا نہیں ہونے دیا تھا۔ انتظامیہ کی طرف سے یہ عذر پیش کیا گیا تھا کہ بعض اہم کاغذات جو سابق منیجر کی تحویل میں تھے اُن کی تلاش کے سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ اس کا بنگلہ پولیس کی تحویل میں نہ دیا جائے۔ انتظامیہ اُنہیں اپنے طور پر تلاش کرائے گی۔

وہ دونوں بنگلے میں داخل ہوئے اور جمشید چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ''جبار خوش سلیقہ آدمی تھا لیکن حیرت ہے کہ تنہا تھا۔ کیا تم نے کبھی اُس کے کسی عزیز کو بھی دیکھا تھا۔''

''مجھے تو نہیں یاد پڑتا کہ کبھی ایسا ہوا ہو۔''

''خیر......اب بتاؤ کہ وہ تہہ خانہ کہاں ہے۔''

''لائبریری کی طرف چلئے۔'' اوزاکا نے کہا۔

اوزاکا جمشید سے وہ رسیدیں حاصل کرنا چاہتا تھا جو سابق منیجر نے نجی طور پر اُس سے لی تھیں اور یہ اُن ادائیگیوں کی رسیدیں تھیں جو تنظیم کی طرف سے اپنے کارکنوں کو دی جاتی تھیں۔ دراصل ابھی تک اوزاکا کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ جمشید چاہتا کیا ہے۔ کبھی وہ اُسے تنظیم ہی کا کوئی فرد سمجھنے لگتا تھا اور کبھی ایک غیر متعلق آدمی جو صرف اسٹیل ملز کی منیجری ہی تک محدود تھا۔

کچھ بھی ہو، اُسے وہ رسیدیں اُس سے حاصل کرنی تھیں۔ اسی لئے وہ اسے اس بنگلے تک لایا تھا۔ تہہ خانے کی بات بھی اسی لئے چھیڑی تھی۔ ورنہ اُسے کیا پڑی تھی کہ وہ کسی کو اس بنگلے کے رازوں سے آگاہ کرتا۔ لیکن اب جبکہ وہ تنظیم سے بھی الگ کیا جا چکا تھا اُسے اپنی دوسری حیثیت کا تحفظ کرنا تھا۔ اگر وہ رسیدیں بورڈ کے سامنے پیش ہو جاتیں تو اُس کی دوسری حیثیت بھی خطرے میں پڑ جاتی۔ اُس نے سوچا تھا کہ جمشید کو تہہ خانے میں داخل ہونے کا طریقہ تو بتا دے گا لیکن واپسی کی تدبیر سے لاعلم رکھے گا۔

لائبریری میں داخل ہو کر جمشید اُس کی طرف مڑا۔

''لیکن مسٹر جمشید۔'' اوزاکا اس سے نظر ملائے بغیر بولا۔''نہ میں پہلے کبھی تہہ خانے میں اُترا ہوں اور نہ اس وقت آپ کا ساتھ دے سکوں گا۔''

''میں تمہیں اس پر مجبور نہیں کروں گا۔ بس تم راستے کی نشاندہی کردو۔''

اوزاکا نے دیوار پر ایک تصویری فریم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔''اس کے پیچھے ایک چھوٹا سا خانہ ہے جس میں تہہ خانے کے دروازے کا ہینڈل موجود ہے۔''

''دروازہ کہاں ہے؟''

''وہ اُس طرف دیوار کے قریب فرش پر۔''

جمشید اُس کے قریب آ کھڑا ہوا اور اُس کا شانہ تھپک کر بولا۔''تم خود ہی ہینڈل گھما کر دروازہ کھولو۔''

اوزاکا نے اُس کی یہ فرمائش بھی پوری کردی۔ ہینڈل گھماتے ہی ہلکی سی سرسراہٹ لائبریری میں گونجی تھی اور بتائی ہوئی جگہ پر تہہ خانے کا راستہ نمودار ہو گیا تھا۔

اوزاکا جانتا تھا کہ جیسے ہی وہ تہہ خانے کی آخری سیڑھی سے اُترے گا یہ راستہ خود بخود بند ہو جائے گا اور پھر جمشید اُس وقت تک باہر نہیں آ سکے گا جب تک کہ اُسے تہہ خانے کے اندر سے راستہ بنانے کا طریقہ نہ معلوم ہو جائے۔

''کیا حرج ہے اگر تم بھی میرے ساتھ چلو۔'' دفعتاً جمشید بولا۔

''میں پہلے ہی معذرت کر چکا ہوں مسٹر جمشید۔''

''کوئی خاص وجہ۔''

''مجھے تہہ خانوں سے وحشت ہوتی ہے۔''

''تم تنہا تو نہیں ہو۔''

''مسٹر جمشید۔''

خیر فی الحال اس راستے کو بند کردو...... پھر دیکھوں گا۔''

''لیکن مسٹر جمشید وہ رسیدیں۔''

''اپنے مشن میں کامیاب ہو جانے کے بعد ہی ایسا کوئی قدم اُٹھا سکوں گا۔''

''لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ......!''

''بات کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔'' جمشید ہاتھ اُٹھا کر خشک لہجے میں بولا۔ ''فی الحال میں اس معاملے کو آگے نہیں بڑھانا چاہتا۔ پوری طرح تحقیق کئے بغیر اسے بورڈ کے سامنے نہیں لے جاؤں گا۔''

اوزاکا دانت پیس کر رہ گیا۔ اب وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ جمشید جسمانی قوت میں اُس سے کتنا زیادہ ہوگا۔ لیکن اس سے کیا؟ ظاہر ہے کہ وہ اُن رسیدوں کو جیب میں تو لئے نہ پھرتا ہوگا۔ اگر ایک بار اُس سے لپٹ پڑنے کی حماقت سرزد ہوگئی تو پھر اُسے مار ڈالنا ہی پڑے گا لیکن اس طرح وہ رسیدیں تو حاصل نہ ہوسکیں گی۔

''اگر تم میرے ساتھ چلو تو اسی وقت اُس تہہ خانے کو دیکھا جاسکتا ہے۔'' جمشید نے پھر اُسے ترغیب دینے کی کوشش کی۔

''میں کہہ چکا ہوں مسٹر جمشید۔'' اوزاکا جھنجلا کر بولا۔ ''آخر آپ تنہا کیوں نہیں جاتے۔ کیا آپ خائف ہیں۔''

''تم پر اس حد تک اعتماد کر لینے کو جی نہیں چاہتا کہ تم یہیں کھڑے رہو اور میں تہہ خانے میں اُتر جاؤں۔ یہ پچاس لاکھ کے غبن کا معاملہ ہے مسٹر اوزاکا اور تم جبار کے دست راست تھے۔''

''تو پھر ہمیں یہاں رکنا ہی نہ چاہیے۔'' اوزاکا نے خشک لہجے میں کہا۔

''اور کیا......راستے بند کردو۔'' جمشید نے کہا۔

اچانک اوزاکا کے ذہن میں ایک نئے خیال نے سر اُبھارا۔ کہیں سچ مچ غبن والی رقم تہہ خانے ہی میں نہ موجود ہو۔

''مسٹر جمشید اگر وہ رقم تہہ خانے ہی سے مل گئی تو؟'' اس نے سوال کیا۔

''کیا خیال ہے تمہارا......میں کیا کروں گا۔''

''وہی جو ایک عقلمند آدمی کو کرنا چاہیئے۔'' اوزاکا مسکرا کر بولا۔ ''غبن تو ہو چکا اور غبن کرنے والا اب اس دنیا میں موجود نہیں۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو......؟''

''اگر آپ وہ پچاس لاکھ دبالیں تو کوئی آپ کا کیا بگاڑ لے گا۔''

''تمہیں گواہ کر کے دباؤں گا......؟'' جمشید نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

''میری زبان بند بھی تو کی جاسکتی ہے۔'' اوزاکا مسکرا کر بولا۔

''میں صرف ہڈیاں توڑتا ہوں۔ قتل نہیں کرسکتا۔''

''آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔'' اوزاکا نے ہنس کر کہا۔

''تو سمجھاؤ۔''

''صرف پانچ لاکھ میری زبان بند رکھنے کے لئے کافی ہوں گے۔''

''بہت خوب......!'' جمشید نے زہریلا سا قہقہہ لگایا۔

''کیا میں نے کوئی نامناسب بات کہہ دی۔''

''نہیں......نامناسب بھی نہیں کہی جاسکتی۔'' جمشید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''اگر پارٹنر ہی بننا چاہتے ہو تو پھر چلو میرے ساتھ تہہ خانے میں۔''

''یہ ناممکن ہے۔''

''اچھا تو پھر واپس چلتے ہیں۔''

لیکن واپسی کے لئے مڑنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک زبردست دھماکہ سنائی دیا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے عمارت کا کوئی حصہ اچانک گر پڑا ہو۔

''بھاگئے...... پرچھائیں۔'' اوزاکا چیختا ہوا دروازے کی طرف بھاگا۔ دھماکے کی آواز پھر آئی اور وہ اُچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ ورنہ دیوار اُسی پر آئی ہوتی۔ وہ دیوانہ وار نکاسی کے راستے بناتا ہوا دوڑتا رہا۔ دھماکے کی آواز پھر آئی۔ اُسے قطعی ہوش نہیں تھا کہ جمشید کا کیا حشر ہوا۔ بس وہ تو کسی ایسے آدمی کی طرح دوڑا جارہا تھا جس کے تعاقب میں ملک الموت ہو۔ منہدم شدہ حصوں کو پھلانگتا ہوا کسی نہ کسی طرح اُس جگہ پہنچ گیا جہاں جمشید نے گاڑی پارک کی تھی اور پھر اوزاکا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ جمشید اگلی سیٹ پر بیٹھا نہایت اطمینان سے پائپ کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔

دوسری طرف عمارت ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہوچکی تھی اور گہرا غبار فضا میں بلند ہو رہا تھا۔

جمشید نے آنکھوں کی جنبش سے گاڑی میں بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ اوزاکا کے جسم کا

ریشہ ریشہ کانپ رہا تھا۔ بہزار دقت وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ سکا تھا۔

دوسرے ہی لمحے میں گاڑی سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔ پائپ جمشید کے دانتوں میں دبا ہوا تھا۔ اُس کے انداز سے ایسا لگتا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

''مم...... مسٹر جمشید۔'' تھوڑی دیر بعد اوزاکا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔''آخر اس کی کیا ضرورت تھی۔ اگر میں مشتبہ ہوں تو مجھے سابقہ روایات کے مطابق گولی کیوں نہیں ماردی جاتی۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''مجھ سے شناختی کارڈ واپس لے لیا گیا ہے۔''

''تو پھر میں کیا کروں؟''

''اب مجھے اپنی حیثیت معلوم ہونی چاہئے۔''

''میں اسکے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ تمہاری اس وقت کی ضد نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔''

''میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر میرے ساتھ چوہے بلی کا یہ کھیل کیوں ہو رہا ہے۔ کیا آپ کو تہہ خانے کے راستے کا علم نہ رہا ہوگا۔ آخر یہ غبن وغیرہ کی کہانی کیوں تراشی گئی ہے۔''

''تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

''خیر...... خیر میں بھی سر ہتھیلی پر لئے پھر رہا ہوں۔ میرا اُس قوم سے تعلق ہے مسٹر جمشید جس کے افراد کی نظروں میں موت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔''

''میں تمہاری قوم سے بخوبی واقف ہوں۔'' جمشید نے عقب نما آئینے کا زاویہ بدلتے ہوئے کہا۔ وہ ایک پولیس کار کو اپنی گاڑی کے تعاقب میں دیکھ رہا تھا۔ اوزاکا سائرن بھی سن رہا تھا۔ جمشید نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔

''پولیس ہے مسٹر جمشید۔ آپ دشواری میں پڑ جائیں گے۔'' اوزاکا بولا۔

''پولیس براہِ راست آسمان سے نہیں اُتری ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''ارے بھئی ہوگی پولیس۔ اُس میں ہمارے ہی جیسے لوگ ہیں۔ ان کے جسموں کی بناوٹ بھی ہم سے مختلف نہیں ہے۔ البتہ عقل میں ہم سے کچھ زیادہ ہی تیز ہوتے ہیں۔''

''مسٹر جمشید۔ رفتار کم کیجئے۔ وہ گاڑی ہمارے ہی لئے آ رہی ہے۔''

''میں جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اُن سے کس طرح نپٹا جاتا ہے۔''

جمشید گاڑی کی رفتار بڑھاتا ہی رہا۔ اس دوران میں شاید پولیس کی گاڑی سے کسی دوسری پٹرول کار کو پیغام پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ اُسے آگے سے روکنے کی کوشش کرے کیونکہ تھوڑی ہی دیر بعد جمشید کو راستہ مسدود نظر آیا۔ ایک ٹرک اور ایک پٹرول کار نے سڑک روک رکھی تھی۔ جمشید نے رفتار کم کردی اور ٹھیک اُنہی گاڑیوں کے قریب جارکا جنہوں نے سڑک گھیری تھی اور اسی دوران میں تعاقب کرنے والی گاڑی بھی قریب پہنچ گئی۔ دونوں گاڑیوں سے باوردی جوانوں نے اُتر کر جمشید کی گاڑی گھیر لی۔

''کیوں؟ کیا بات ہے؟'' جمشید اُنہیں گھورتا ہوا غرایا۔

''آپ کی گاڑی یاسمین کاٹیج کے سامنے کھڑی تھی۔'' ایک پولیس مین نے کہا۔

''یقیناً کھڑی تھی۔''

''وہ منہدم ہوگیا۔''

''مجھے علم ہے۔ ہم اس وقت اندر ہی تھے جب عمارت کا ایک حصہ گرا تھا۔''

''آپ کون ہیں جناب۔''

جمشید نے اپنا کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''میں سابق منیجر جبار مرحوم کے کاغذات دیکھ رہا تھا۔''

''لیکن جناب...... عمارت کا انہدام......!''

''پرچھائیں۔'' جمشید نے لاپرواہی سے کہا۔

''آپ کو نظر آئی تھی؟''

''بالکل نظر آئی تھی۔''

''اور کیا دیکھا تھا آپ نے؟''

''پرچھائیں دیکھ لینے کے بعد وہاں ٹھہرا کب تھا کہ کچھ اور بھی دیکھ سکتا۔''

''معاف کیجئے گا ہمیں علم نہیں تھا کہ آپ اسٹیل ملز سے تعلق رکھتے ہیں۔'' جوان نے کہا اور پھر وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف پلٹ گئے۔ راستہ بھی صاف ہوگیا اور جمشید کی گاڑی آگے بڑھ گئی۔

''میں تو سمجھا تھا کہ آپ مارے گئے۔'' اوزاکا ہانپتا ہوا بولا۔

''ہونہہ...... مذاق ہے۔'' جمشید نے شانے اُچکائے۔

اسٹیل ملز کے قریب پہنچ کر اوزاکا نے کہا۔ ''اب کیا خیال ہے۔ مسٹر جمشید مجھے وہ رسیدیں ملیں گی یا نہیں۔''

''سنو...... اب مجھ سے رسیدوں کی بات مت کرنا۔ محض تمہاری وجہ سے وہ کام اُس وقت نہ ہو سکا جب اُسے ہو جانا چاہئے تھا۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''اگر تم میرے ساتھ تہہ خانے میں چلے چلتے تو......!''

''مسٹر جمشید اگر ایسا ہوا ہوتا تو وہ تہہ خانہ ہی ہماری قبر بن گیا ہوتا۔ وہاں پہنچ کر ہمارے فرشتوں کو بھی اس کی خبر نہ ہو سکتی کہ اوپر کیا ہو رہا ہے اور مسٹر جمشید غالباً اب آپ نے دیکھ ہی لیا ہوگا کہ تنظیم کو افراد کی زندگیوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ صرف اپنا اُلو سیدھا کرنا جانتی ہے۔''

''غیر متعلق باتیں مت چھیڑو۔ یہ صرف میری اور تمہاری بات ہے۔ پچاس لاکھ ہم دونوں کے درمیان تقسیم ہوں گے۔ اُن کا اور کسی سے کوئی تعلق نہیں۔''

''شاید اسی لئے پرچھائیں وہاں آئی تھی کہ دو بے ایمانوں کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے مسٹر جمشید۔ آپ بھی خطرے میں ہیں۔ شاید اس لئے کہ پچاس لاکھ کی سن گن تنظیم کے سربراہ کو بھی مل گئی ہے۔''

جمشید کچھ نہ بولا۔ اوزاکا نے اُسے کنکھیوں سے دیکھا تھا اور اُسے اُس کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی نظر آئی تھیں۔ ملز کے پارکنگ لاٹ پر جمشید نے گاڑی روک دی۔

ٹھیک اُسی وقت اوزاکا کے سینے پر کھجلی ہوئی تھی اور جیسے ہی اُس نے کھجانا شروع کیا اُسے احساس ہوا کہ گلے میں لاکٹ موجود نہیں ہے۔ بوکھلا کر پورا جسم ٹٹولنے لگا۔ اُس کی یہ کیفیت جمشید نے بھی محسوس کی اور اُسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

''کیا بات ہے......؟'' اس نے بالآخر پوچھا۔

''میرا لاکٹ......!''

''کیسا لاکٹ......؟''

''میرے گلے میں ایک لاکٹ تھا۔''

''بھاگ دوڑ میں کہیں گر گیا ہوگا۔''

''ناممکن...... میں نے بوشرٹ نہیں پہن رکھی۔ قمیض ہے اور پتلون کے اندر ہے۔ زنجیر ٹوٹی ہوتی تو لاکٹ نیچے نہ گر سکتا۔''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''میرا لاکٹ مسٹر جمشید......!''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ تم مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔''

''تم مجھے وہاں لے گئے تھے میں وہ لاکٹ تم سے لوں گا۔''

''چلو اُترو، بچوں کی سی باتیں مت کرو۔''

''اُس میں میری ماں کی تصویر تھی۔'' اوزاکا بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور پھر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔ جمشید حیرت سے اُسے دیکھتا رہا۔

اب تک شہر میں کئی عمارتیں ڈھیر ہو چکی تھیں اور ایک جمِ غفیر کرائم رپورٹر انور کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ چونکہ وہ خود اعتراف کر چکا تھا کہ تباہ کار پرچھائیں اُس کی اپنی پرچھائیں سے نکلتی ہے لہٰذا کچھ جھلائے ہوئے لوگ اسی پر تل گئے تھے کہ انور ہی کو ختم کر دیا جائے۔ ایک بار وہ اسٹار کے دفتر پر بھی دھاوا بول چکے تھے لیکن وہ اُن کے ہاتھ نہیں لگا تھا۔ شہری آبادی میں تھا ہی کب کہ اُن کے ہاتھ لگتا۔

ویرانوں میں بھٹکتا پھر رہا تھا۔ دراصل اس دوران میں پولیس بھی اُس کے پیچھے لگی رہی تھی کیونکہ اُس نے اپنے تجربے کی روداد چھپوانے کے بعد ایک اور تجربے کی روداد بھی چھاپی

تھی اور یہ کرنل فریدی کا تجربہ تھا جو اُس نے پرچھائیں کے سلسلے میں کیا تھا اور اُس سے متعلق پوری تفصیل انور کو ڈاک کے ذریعے سے بھجوائی تھی۔ انور نے اُسے من وعن چھاپ دیا تھا بس پھر کیا تھا۔ فریدی کے محکمے کے ڈی۔ آئی۔ جی نے اُسے پھر طلب کرلیا اور اس بار انور کو جانا ہی پڑا تھا۔ اُس نے فریدی کی اصل تحریر ڈی۔ آئی۔ جی کے حوالے کردی۔ پھر ڈی۔ آئی۔ جی نے اُس سے فریدی کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن انور کو علم ہی کہاں تھا کہ وہ اُسے بتا دیتا اور وہ اپنی لاعلمی کا یقین ڈی۔ آئی۔ جی کو نہیں دلا سکا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فریدی کے محکمے کے تین آدمی انور کی نگرانی پر لگا دیئے گئے۔ انور اس سے آگاہ تھا کہ ہر وقت اُس کا تعاقب کیا جاتا ہے اور فلیٹ کی نگرانی بھی ہوتی رہتی ہے۔ اُسے اس کی پرواہ بھی نہیں تھی۔ پریشانی تو اس وقت ہوئی تھی جب شہریوں نے اُس کا گھیراؤ کرنے کی کوشش کی تھی وہ بھی یہی چاہتے تھے کہ وہ اُنہیں کرنل فریدی کا پتہ بتا دے۔ اُس نے فریدی کے خط کی اشاعت اس لئے کی تھی کہ اُس میں پرچھائیوں سے نپٹنے کی تدبیر درج تھی ورنہ شاید وہ دوسری بار اس قسم کا کوئی خطرہ مول نہ لیتا۔

بہرحال اُسے شہر سے بھاگنا ہی پڑا تھا اور اس بھاگنے کے سلسلے میں اُس سے ایک جرم بھی سرزد ہو گیا تھا۔ ہوا یہ کہ جس وقت شہریوں کے ایک ہجوم نے اسٹار کے دفتر پر دھاوا بولا وہ دفتر ہی میں موجود تھا۔ پچھلے دروازے سے گلی میں کود گیا اور وہاں سے ایک قصاب کی گھوڑا گاڑی لے بھاگا۔ قصاب شاید قریب ہی کے ایک عوامی بیت الخلاء میں چلا گیا تھا۔ ورنہ وہ اتنی آسانی سے فرار نہ ہو سکتا۔

گھوڑا بڑا جاندار تھا۔ گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی رہی حتیٰ کہ وہ شہر کے باہر پہنچ گیا اور اب سوچ رہا تھا کہ کدھر کا رخ کیا جائے۔

یہاں سے دس بارہ میل کے فاصلے پر ایک قصبہ تھا وہاں کی سرکاری ڈسپنسری کے ڈاکٹر سے اُس کی شناسائی تھی۔ اُس نے سوچا کہ وقتی طور پر اُس کے ہاں پناہ لے سکے گا۔

بس پھر گھوڑا گاڑی اُسی قصبے کے راستے پر ڈال دی گئی۔ لیکن زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ راستہ رکا ہوا نظر آیا۔ ایک لمبی سی سیاہ گاڑی راہ میں حائل ہو گئی تھی۔ پھر انور سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ گاڑی کی ایک کھڑکی سے اسٹین گن کی نال جھانکنے لگی اور پھر ایک آدمی گاڑی سے اُتر کر

اُسکی طرف بڑھتا نظر آیا۔ قریب پہنچ کر اس نے گھوڑا گاڑی سے اُترنے کا اشارہ کیا تھا۔

''کیوں؟ کون ہو تم......؟'' انور اُسے گھورتا ہوا بولا۔ لیکن کنکھیوں سے اسٹین گن کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا۔ جواب بھی اُس کی جانب اُٹھی ہوئی تھی۔

اجنبی نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا بھی اشارہ کیا اور انور کی آنکھوں سے الجھن جھانکنے لگی۔ لیکن اُسے گھوڑا گاڑی سے اُترنا ہی پڑا۔

اجنبی نے کالی گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ انور کی نظر پھر اسٹین گن پر جا پڑی۔ وہ آدمی بھی چوکس ہی معلوم ہوتا تھا جس کا چہرہ اسٹین گن کے پس منظر میں دکھائی دے رہا تھا۔ وہ چپ چاپ گاڑی کی طرف چل پڑا۔ نظر بدستور اسٹین گن پر تھی۔ اچانک اسٹین گن کا زاویہ بدلتا ہوا دکھائی دیا۔ ساتھ ہی اس سے برسٹ بھی مارا گیا۔ گولیاں انور سے دو فٹ کے فاصلے سے گزری تھیں۔ پھر بھی وہ بے ساختہ زمین پر گر گیا۔ اجنبی پر بھی یہی ردّعمل ہوا تھا۔

''سب ٹھیک ہے۔'' گاڑی سے آواز آئی۔ ''اب اُٹھ جاؤ۔'' انور نے مڑ کر دیکھا کہ آخر برسٹ کس پر مارا گیا تھا۔ گھوڑا گاڑی کے عقب میں سفید رنگ کی ایک کار نظر آئی جس کی ونڈ اسکرین کی کرچیاں اُڑ گئی تھیں اور اندر دو عدد بے حس و حرکت جسم بھی دکھائی دیئے۔ آخر یہ لوگ کون ہیں اور انہوں نے کن لوگوں کو مار ڈالا۔ تیزی سے یہ سوال ذہن میں اُبھرے اور جواب کے لئے ذہن کو کسی ڈگر پر ڈالنے ہی والا تھا کہ اچانک اجنبی اس پر ٹوٹ پڑا۔ ساتھ ہی حیرتوں کے پہاڑ بھی ٹوٹ پڑے کیونکہ اجنبی اُس کی کلائی سے گھڑی اُتار لینے کی کوشش کر رہا تھا۔

''ارے......ارے......اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں خود ہی اتارے دیتا ہوں۔'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔

اُس نے اُس کی گھڑی اُتاری اور دور پھینک دی۔

''تم پاگل تو نہیں ہو......!'' انور حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

''نہیں فرزند، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' گاڑی کے اندر سے آواز آئی۔ ''چپ چاپ چلے آؤ۔''

انور کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ کیونکہ یہ آواز کرنل فریدی کی تھی۔

وہ تیزی سے آگے بڑھا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ دوسرا آدمی اُس کے برابر بیٹھا تھا۔ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دونوں آدمیوں میں سے ایک یقیناً فریدی تھا لیکن انور شناخت نہ کر سکا کیونکہ تن و توش کے اعتبار سے دونوں یکساں تھے۔ ایک گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور دوسرے نے اسٹین گن سنبھال رکھی تھی۔ گاڑی تیزی سے کسی نامعلوم منزل کی طرف بڑھتی رہی ساتھ ہی انور کی الجھن میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ چاہتا تھا کہ فریدی کسی طرح پھر بولے تاکہ اس کی شناخت ہو جائے۔ پھر کھلے شکوؤں کا دفتر۔

''آخر میری گھڑی......؟'' انور جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

''چپ چاپ بیٹھے رہو۔ سب ٹھیک ہے۔ اس سے زیادہ قیمتی گھڑی بدلے میں مل جائے گی۔'' اس آدمی نے کہا جس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی اور یہ فریدی تھا۔

''آپ کا خط چھاپتے ہی شامت آگئی۔''

''مجھے علم ہے۔''

''اور گھوڑا گاڑی......!''

''اور تمہاری موٹر سائیکل جواب بھی دفتر کے سامنے موجود ہو گی۔'' فریدی نے کسی قدر طنزیہ لہجے میں کہا۔

''وہ تو محفوظ ہی رہے گی لیکن گھوڑا گاڑی۔''

''جب تم اُسے لے بھاگے تھے اُسی وقت گم ہو چکی تھی۔''

''سفید گاڑی میں کون لوگ تھے؟''

''بچکانہ سوالات مت کرو۔ کیا تم اندازہ نہیں لگا سکتے۔''

''فی الحال میں اپنے نقصانات کا اندازہ لگا تا رہا ہوں۔''

''سب کا ازالہ ہو جائے گا۔ کیا یہ کم نہیں ہے کہ تمہاری جان بچ گئی ہے۔''

''اس میں تو شک نہیں۔ میرا خیال ہے کہ شہر والے آپ کے خون کے بھی پیاسے ہو رہے ہیں۔''

''ایسی صورت میں وہ حق بجانب ہیں جبکہ اپنی ان پریشانیوں کا باعث مجھے سمجھتے ہیں اور یہ بھی تمہاری ہی عنایت سے ہوا ہے۔''

''مم...... میں نہیں سمجھا۔''

''تمہارے اپنے تجربے کی رپورٹنگ نے یہ گل کھلایا تھا۔''

''پرچھائیں نے مجھے بدحواس کر دیا تھا ورنہ میں بہت سوچ سمجھ کر کوئی قدم اُٹھاتا۔''

''لیکن وہ لوگ تو یہی چاہتے تھے کہ تم کچھ سوچے سمجھے بغیر قدم اُٹھاؤ۔''

''اسکے باوجود بھی آپ کا خط شائع کرنے سے پہلے کوئی میرے قریب بھی نہیں آیا تھا۔''

''خط چھاپ دینے کی بناء پر لوگوں کو گمان ہوا ہوگا کہ تم میرا پتہ جانتے ہو۔ کیا میرے محکمے کے لوگ بھی تمہاری نگرانی نہیں کر رہے تھے۔''

''کر تو رہے تھے!''

''ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کا بھی یہی خیال تھا کہ تم میرے پتے سے واقف ہو۔''

''لیکن اب کیا ہوگا......؟''

''بس یہ سمجھ لو کہ اب تم بھی میری ہی طرح مفقود الخبر ہو گئے۔''

انور کچھ نہ بولا۔ یہ سفر مزید آدھے گھنٹے تک جاری رہا۔ پھر گاڑی ایک ایسے میدان میں رکی جہاں متعدد خیمے نصب تھے اور اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک نہر کی کھدائی کا کام جاری تھا۔

گاڑی سے اُتر کر فریدی نے انور کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں ایک خیمے میں آئے۔ گاڑی وہاں سے کہیں اور چلی گئی تھی۔ فریدی نے انور سے بیٹھنے کو کہا اور خود اُسے بغور دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''گھڑی کا مسئلہ؟ کیوں؟''

''جی ہاں...... ظاہر ہے۔''

''میں نے تمہیں جو خط لکھا تھا اُس میں ایک بات رہ گئی تھی۔ میں نے یہ نہیں ظاہر کیا تھا کہ اُس ڈمی کی کلائی پر حمید کی گھڑی بندھی ہوئی تھی۔''

''کیا مطلب......؟''

''تم دونوں کی گھڑیوں میں پرچھائیں کے ریسیور پوشیدہ تھے۔ یقین نہ آیا ہو تو اب دھوپ میں کھڑے ہو کر تجربہ کر لو۔''

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''اب وہ پرچھائیں تمہارے طلب کرنے پر حاضری نہیں دے سکے گی۔''

''ابھی دیکھے لیتے ہیں۔'' انور اُٹھتا ہوا بولا۔

خیمے سے نکل کر دھوپ میں کھڑا ہوگیا اور وہ الفاظ دہرائے جو پرچھائیں کو طلب کرنے کے لئے ادا کرتا تھا۔

فریدی خیمے کے در سے لگا کھڑا عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ اُسے دیکھے جارہا تھا۔ کئی منٹ گزر جانے کے باوجود بھی کچھ نہ ہوا۔

''کیا خیال ہے؟'' اُس نے انور کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ واقعی پیچھا چھوٹ گیا۔'' انور کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

''واپس آجاؤ...... کافی تیار ہے۔'' فریدی مڑ کر خیمے میں داخل ہوتا ہوا بولا۔

''آخر آپ ان لوگوں کے لئے اتنی اہمیت کے حامل کیوں ہوگئے ہیں جبکہ پرچھائیوں کا راز بھی ظاہر ہو چکا ہے؟'' انور نے سوال کیا۔

''میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے میں خود بھی متحیر ہوں۔''

''کہیں نانوتہ اور ریما کا قصہ پھر تو نہیں شروع ہوگیا؟''

''اوہ...... نہیں...... اگر یہ بات ہوتی تو وہ بے خبری ہی میں مجھ پر قابو پانے کی کوشش کرتے۔ اتنا ہنگامہ کر کے مجھے ہوشیار کر دینے کی کیا ضرورت تھی۔''

''یہ بھی درست ہے۔'' انور سر ہلا کر بولا۔

''کچھ اور ہی قصہ ہے۔''

''لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کیا آپ کا محکمہ آپ کو ان کے حوالے کر دے گا؟''

''احمقانہ سوال ہے۔''

''فرض کیجئے، یہ پرچھائیاں بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانا شروع کر دیں تو! اور یہ بات تو مجرم پہلے ہی سے واضح کر چکے ہیں کہ اگر آپ اُن کے ہاتھ نہ لگے تو وہ بڑے پیمانے پر تباہی پھیلائیں گے۔''

''بڑی دلچسپ سچویشن ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''حکومت کے لئے چیلنج ہے۔''

''آخر کتنے بڑے مجرم ہیں۔ کتنے طاقت ور ہیں۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی بہت بڑا

غنیم ایک لشکرِ جرار سمیت ہمارے درمیان آ چھپا ہو۔''

''کئی غنیم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ہم اُنہیں پہچانتے بھی ہیں لیکن ان کے گریبان نہیں پکڑ سکتے۔''

''آخر یہ لوگ کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔''

''بہرحال آپ کے خط کی اشاعت کے بعد سے نشانہ باز ٹولیاں پرچھائیوں کی تلاش میں نکل پڑی ہیں۔ فوج بھی شہر میں گشت کر رہی ہے۔''

''یہ اچھا ہی ہوا ہے۔ اب میں سکون سے کام کرسکوں گا۔'' فریدی نے کہا اور اسٹوو سے کافی پاٹ اُٹھا کر پیالیوں میں کافی انڈیلنے لگا۔

حمید نے اسپورٹس کار ایک ایسی عمارت کے سامنے روکی جو پہلے بھی اس کی پناہ گاہ رہ چکی تھی۔

پامیلا کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''یہ کہاں لے آئے۔ یہ تو شہری ہی آبادی معلوم ہوتی ہے۔''

''تو کیا جنگل میں رہنا چاہتی تھیں۔''

''میرا مطلب تھا یہاں تو خطرہ ہے۔''

''چلو اُترو...... اندر چل کر سوچیں گے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔''

''اندر چلنے سے پہلے میری ایک بات سن لو۔''

''دس باتیں سناؤ، میرے کان کھلے ہوئے ہیں۔''

''اپنی ذات کے لئے اپنی مرضی کے خلاف کچھ بھی پسند نہیں کرتی۔''

''یہ تو اقلیدس کے کسی مسئلے کا دعویٰ عام معلوم ہوتا ہے۔''

''میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔''

''اور میں نے سنجیدگی سے سن لیا ہے۔ میں ایک ذمہ دار پولیس آفیسر ہوں۔''

''اوہ......تو کیا سچ مچ تم محکمہ سراغ رسانی کے کوئی آفیسر ہو......؟''

''ظاہر ہے کہ جب تمہیں پہلے ہی اس کی اطلاع مل چکی ہے تو پھر میں کیوں چھپاؤں۔''

''حیرت ہے تم چوروں کی طرح نقب لگا کر ڈربی ہاؤز میں داخل ہوئے تھے۔''

''تمہارا گروہ بہت طاقتور ہے اُسکا سربراہ مجھے اور میرے باس کو گھیر کر مار ڈالنا چاہتا ہے۔''

''آہا...... میں سمجھ گئی۔ یہ وہی چکر ہے شاید۔ اخبارات میں کسی آفیسر کا نام آتا رہا ہے، ہاں ٹھیک یاد......کرنل فریدی......اُف فوہ......تو تم کرنل فریدی ہو؟''

''نہیں اُن کا اسسٹنٹ......!''

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''عبدالخواتین۔''

وہ عجیب سے انداز میں مسکرا کر رہ گئی اور حمید کو ایسا لگا تھا جیسے وہ اس کا مطلب سمجھتی ہو۔

وہ اندر آئے اور پامیلا چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ ''اچھی خاصی جگہ ہے...... لیکن...... ہاں تم نے اپنا کیا نام بتایا تھا......؟''

''عبدالخواتین......!''

''بہت مشکل نام ہے۔ کوئی عرفیت بھی تو ہوگی۔''

''پیارے......!'' حمید چٹخارہ لے کر بولا۔

''اچھا تو پیارے اب یہ بتاؤ کہ جان کیسے بچے گی۔ وہ اتنے ہی خطرناک لوگ ہیں کہ تمہارا باس اُن سے چھپتا پھر رہا ہے۔''

''فی الحال آرام کرو۔''

''کیا میں یہاں خود کو محفوظ تصور کر سکتی ہوں۔''

''بالکل...... میں راستے بھر دیکھتا آیا ہوں۔ ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔''

''اچھا تو پیارے تمہارے اور کیا مشاغل ہیں۔''

''اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی خوب صورت عورتوں کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔''

''شاید آج تک کسی نے تمہیں منہ نہیں لگایا۔''

''ہمیشہ میک اپ میں رہتا ہوں۔ اس لئے آج تک کسی نے اصلی منہ دیکھا ہی نہیں۔''

''خیر...... خیر...... مجھے اس سے کیا بحث...... یہ بتاؤ کہ خورد ونوش کا کیا ہوگا۔ مجھے باورچی خانے کا تجربہ نہیں ہے۔''

''ڈربی ہاؤز میں تنہا رہتی تھیں وہاں کیا ہوتا تھا۔''

''ہوٹل سے کام چلتا تھا۔''

''یہاں بھی چل سکتا ہے۔''

''لیکن پیارے۔ میں اب کسی ہوٹل تک جانے کی جرأت نہیں کر سکتی۔''

''ایسا میک اپ کروں گا کہ کوئی قریب سے بھی تمہیں نہ پہچان سکے گا۔''

''اگر ایسا ہو جائے تو ٹھیک ہے۔''

''ایسا ہی ہوگا۔ ہم دونوں نہایت سکون سے زندگی بسر کر سکیں گے۔''

''لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں ایٹمی تحقیقاتی ادارے سے تعلق رکھتی ہوں۔''

''ایک ماہ کی میڈیکل چھٹی لے لو۔''

''ہر مسئلے کا حل تمہاری نوک زبان پر رکھا رہتا ہے۔'' وہ کسی قدر جھنجھلا کر بولی۔

''اسی لئے ہر عورت وقتی طور پر مجھے بے حد پسند کرتی ہے۔''

''بیوقوف مرد ہر عورت کی کمزوری ہے اور تم تو احمقوں کے سرتاج معلوم ہوتے ہو پیارے۔''

''شکریہ......!''

''کیا بُرا مان گئے؟''

''قطعی نہیں۔ احمق ہونا میری دانست میں شرافت کی معراج ہے۔''

''کسی قدر فلسفی بھی لگتے ہو۔''

''صرف عورت کی حد تک...... بقیہ معاملات میں آتش فشاں کا دہانہ سمجھ لو۔''

''مجھے یقین ہے۔ میں دیکھ چکی ہوں جس بے دردی سے تم نے اسے مارا تھا۔ خیر ہاں

تو میں کہنا چاہتی تھی کہ کیا مجھے بھی اپنی اصلی شکل نہیں دکھاؤ گے؟''

''ضرور دکھاؤں گا۔ لیکن اس سے پہلے تمہاری اسپورٹ کار کا کچھ کرنا ہے۔''

''کیا مطلب......؟''

''اس کی وجہ سے تم پہچانی جاسکو گی۔''

''لیکن تم اس کا کیا کرو گے؟''

''اندر لا کر گیراج میں بند کر دوں گا۔''

''پھر پیدل مارے مارے پھریں گے۔''

''یہاں دوسری گاڑی بھی موجود ہے۔''

''آہا تو خاصے مال دار بھی معلوم ہوتے ہو۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس صورت حال کو کس زاویئے سے دیکھا جائے۔ کہیں یہ بھی ڈرامہ تو نہیں تھا۔ یہ عورت اس لئے تو پیچھے نہیں لگی کہ اُس کے توسط سے فریدی تک پہنچ جائے۔

''کیا سوچنے لگے؟'' پامیلا تھوڑی دیر بعد بولی۔

''سوچ رہا تھا کہ تمہیں الزبتھ ٹیلر کی ہم شکل کیوں نہ بنادوں۔''

''خوش ذوق معلوم ہوتے ہو۔'' وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

''ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ لنچ کا وقت ہو رہا ہے۔'' وہ گھڑی پر نظر ڈالتی ہوئی بولی۔

''اس وقت تو میں یہیں لنچ لے آؤں گا۔ کیونکہ تمہارے میک اپ میں وقت لگے گا۔''

پھر حمید نے اسپورٹس کار گیراج میں کھڑی کی تھی اور گیراج میں پہلے سے موجود فوکسی باہر نکالی تھی۔

پھاٹک سے گاڑی نکل ہی رہی تھی کہ بائیں جانب سے آنے والی ایک گاڑی بھی پھاٹک ہی میں داخل ہونے کے لئے مڑی۔ اس طرح فوکسی کا راستہ رک گیا۔ گاڑی میں صرف ایک ہی فرد تھا جس پر نظر پڑتے ہی اسٹیئرنگ پر حمید کے ہاتھ کانپ گئے۔ لیکن اُس نے گاڑی کو ریورس گیئر میں ڈال کر بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹالیا۔

دوسری گاڑی سر پر چڑھی آ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ٹکراؤ ہو کر رہے گا۔ کیونکہ گاڑی ڈرائیو کرنے والے کے چہرے پر آنکھیں نہیں تھیں، آنکھوں کی جگہ دو تاریک گڑھے تھے۔

حمید نے فوکسی کا دروازہ کھولا اور لان پر کود گیا۔ دوسری گاڑی فوکسی کے بمپر سے صرف ایک بالشت کے فاصلے پر رکی تھی اور پھر حمید نے ڈرائیور کا قہقہہ سنا۔

اُس کا ہاتھ ریوالور کے بغلی ہولسٹر کی طرف جا ہی رہا تھا کہ آواز آئی۔ ''نہیں کیپٹن اس کی ضرورت نہیں۔ یہ امن کا مشن ہے اور میں صرف ایک روبوٹ ہوں۔ تم اپنی گولی ضائع کرو گے۔ باس تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہے کہ تم اُس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہو۔

''مجھے بھی یقین نہیں تھا کہ میں خود کو پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔'' حمید نے کہا۔

''باس کہتا ہے کہ اگر پامیلا تمہیں پسند ہے تو تم اُسے اپنے ساتھ رکھ سکتے ہو۔''

''باس کا بہت بہت شکریہ! پامیلا مجھے پسند ہے۔''

''اب ذرا مجھ پر سے نظر ہٹا کر اپنے چاروں طرف دیکھو۔'' روبوٹ سے آواز آئی۔

حمید نے بوکھلا کر اُس پر سے نظر ہٹائی ہی تھی کہ چکرا کر رہ گیا۔ کئی پرچھائیاں اُسے گھیرے کھڑی تھیں...... حمید تھوک نگل کر رہ گیا۔

''لیکن کیپٹن حمید۔'' روبوٹ سے آواز آئی۔ ''اس وقت یہ پرچھائیاں امن کے مشن پر آئی ہیں۔''

''مم...... میں نہیں سمجھا۔'' حمید بدقت بولا۔

ایک تجربہ تم نے اور کرائم رپورٹر انور نے جھریالی کے میدان میں کیا تھا۔ دوسرا تجربہ تمہارے چیف نے تمہاری گھڑی کی مدد سے کیا تھا۔

اب اگر تم چاہو تو ایک بار پھر اپنے چیف ہی کی طرح پرچھائیوں کے مخرج پر گولی چلا سکتے ہو۔

''مجھے اس قسم کی غیر شاعرانہ حرکتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

''تمہاری اطلاع کے لئے اب اُن کا ایئر کرافٹ گنیں بھی کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ اپنے ملک کی پوری فوج کو بھی ہمارے خلاف حرکت میں لے آؤ۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔''

''فوج میرے اختیار میں نہیں ہے۔'' حمید نے جواب دیا۔

''کیپٹن حمید، صرف تین دن کی مہلت دی جا رہی ہے۔ تمہارے چیف کو...... چوتھے دن ہم تباہی مچا دیں گے۔''

''کس بات کی مہلت...... وضاحت کرو۔''

''اگر تمہارا چیف تین دن کے اندر اندر خود کو ہمارے حوالے نہیں کر دیتا تو تم تصور نہیں کر سکتے کہ کیا ہوگا۔''

''آخر میرے چیف کے کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ تم لوگ اتنا بکھیڑا کر رہے ہو۔ کسی فلمی ہیروئن کو تا کا ہوتا۔''

''کیپٹن حمید! یہ ایک عالمی مسئلہ ہے۔ تمہارا چیف عالمی مسائل میں ٹانگ اڑانے لگا ہے۔ ہم اُسے سبق دیں گے۔''

''یہ کھیل ایک فلم کی شوٹنگ سے شروع ہوا تھا۔''

''اُس کی اہمیت نہیں ہے۔ ہم نے صرف اس خیال سے وہ فلم تم لوگوں کے قبضے سے نکالنے کی کوشش کی تھی کہ ہم فی الحال پر چھائیوں کی پبلسٹی نہیں چاہتے تھے۔''

''بہرحال پبلسٹی ہوگئی...... اور تم نے خود کی۔ جس کے نتیجے میں اس وقت میں ان پر چھائیوں کے نرغے میں ہوں۔ اگر میرے چیف سے کوئی شکائت تھی تو تم نے اُس پر ان واقعات سے پہلے ہی کیوں نہیں ہاتھ ڈال دیا تھا۔ اُس وقت وہ بے خبری میں چوٹ کھا جاتا۔ ظاہر ہے کہ تنظیم یہاں بہت عرصہ سے کام کر رہی ہوگی۔''

''اس سوال کا جواب صرف کرنل فریدی کو دیا جا سکتا ہے۔ تمہیں نہیں۔''

''خیر...... لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کرنل کو کیسے مطلع کروں۔''

''کوئی بہانہ کارگر نہیں ہوگا۔ تم کرنل فریدی کیساتھ ہی ڈربی ہاؤز میں داخل ہوئے تھے۔''

''تمہیں علم تھا تو وہیں ہاتھ ڈال دیا ہوتا۔''

''اُس کے فرار ہو جانے کے بعد ہمیں علم ہو سکا تھا۔''

''یقین کرو اس وقت مجھے علم نہیں ہے کہ کرنل کہاں ہوں گے۔ وہ جگہیں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔''

''ہم کچھ نہیں جانتے صرف تین دن کی مہلت دی جاتی ہے۔''

"یہ پرچھائیاں مجھے کب تک گھیرے رہیں گی۔"

"اوہ......اچھا......یہ لو......غائب ہوگئیں۔"

جیسے ہی اس نے جملہ پورا کیا سچ مچ پرچھائیاں غائب ہوگئیں اور حمید منہ اُٹھا کر اوپر دیکھنے لگا۔

"فضول ہے کیپٹن حمید۔ اب تمہیں پرچھائیوں کے مخرج مشکل ہی سے نظر آئیں گے۔ خیر ہاں تو یہ گاڑی بھی تمہارے لئے ہے۔"

"کک......کون سی۔"

"یہی......جس پر میں بیٹھا ہوا ہوں۔ یہ شمسی بیٹری سے چلتی ہے۔ پٹرول کی ضرورت نہیں پیش آئے گی اور یہ صرف اس لئے تمہیں دی جارہی ہے کہ تم اپنے چیف کو تلاش کرو۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت گاڑیاں ہیں۔"

"کیپٹن حمید بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ تمہارے محکمے نے بھی تم دونوں کو مفرور قرار دے دیا ہے۔ اگر دھر لئے گئے تو اپنے چیف تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

"یہ بات تو ہے۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "لیکن اگر میں نے یہ گاڑی لے لی تو تم کیسے واپس جاؤ گے؟"

"میری فکر نہ کرو......قریب آؤ اور گاڑی کو چلانے کا طریقہ سمجھ لو......آؤ......آؤ ڈرو نہیں۔"

"ڈر کس بات کا۔" حمید اکڑ کر بولا اور کھڑکی کے قریب جا کر کھڑا ہوگیا۔

"یہ دیکھو......اس میں ایکسیلریٹر نہیں ہے۔ اسپیڈ کنٹرولر ہے۔ جو ہاتھ ہی سے آپریٹ کیا جائے گا۔ آٹو میٹک گیئرز۔ بس تمہیں صرف اسٹیئرنگ اور بریک سے سروکار ہوگا۔ اب پیچھے ہٹ جاؤ۔"

حمید پیچھے ہٹ آیا اور روبوٹ نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ حمید پوری طرح تیار تھا۔ کسی قسم کی بھی گڑبڑ کی صورت میں اپنے بچاؤ کی کوشش تو کرنی ہی پڑتی۔ روبوٹ گاڑی سے اُترا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا لان کے وسط میں آ کھڑا ہوا۔ حمید حیرت سے اُسے دیکھے جارہا تھا۔ دفعتاً اس کے جسم سے چٹ چٹ کی آوازوں کے ساتھ چنگاریاں نکلنے لگیں پھر پورے سراپے میں آگ لگ گئی۔ حمید جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ جلتے ہوئے حصوں سے کولتار سے مشابہ کوئی

چیز پگھل پگھل کر زمین پر ڈھیر ہوتی رہی اور پھر وہ پورا کا پورا اُسی قسم کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا۔

حمید نے عمارت کی طرف دوڑ لگائی۔ برآمدے کے ایک ستون کے پیچھے پامیلا سہمی کھڑی تھی۔

''مجھے کچھ نہ بتاؤ۔'' وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ ''سب کچھ دیکھ اور سن چکی ہوں۔''

''وہ گاڑی۔''

''کیا تم اُسے استعمال کرو گے؟''

''کیوں نہ کروں؟''

''اول درجے کی بے وقوفی سرزد ہوگی تم سے۔''

''اور تمہیں بھی معاف کر دیا گیا ہے۔ تم آزادی سے میرے ساتھ باہر نکل سکتی ہو۔''

''اور تمہارے چیف کو تلاش کر سکتی ہوں۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''ضروری نہیں ہے کہ میں اس مہم پر بھی تمہیں ساتھ لے جاؤں۔''

''میں کہیں بھی تنہا نہیں رہ سکتی۔''

''تو پھر ہمہ وقت ساتھ رہے گا۔''

''اس چکر میں نہ پڑو۔ خاموشی سے ایک طرف بیٹھو۔''

''آخر کیوں؟''

''میں اُن لوگوں کو تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ اُن کی کسی بات پر اعتبار نہیں کر سکتی۔ اوہ......وہ کون آ رہا ہے؟'' دفعتاً پامیلا چونک کر بولی اور حمید تیزی سے مڑ کر پھاٹک کی طرف دیکھنے لگا۔ دل کی دھڑکن تیز ہوگئی کیونکہ جیروم پھاٹک سے گزر کر عمارت کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی اور وہ اُسی میک اپ میں تھا جس میں حمید نے اُسے چھوڑا تھا۔

''کک......کون ہے؟'' پامیلا ہکلائی۔

''فکر نہ کرو......اپنا ہی آدمی ہے۔ لیکن مجھے اس میک اپ میں نہیں پہچان سکے گا۔''

جیروم پورچ میں پہنچ کر رک گیا۔ وہ دونوں برآمدے میں کچھ اور آگے بڑھ آئے تھے۔

''مجھے مسٹر عدنان خلیلی سے ملنا ہے۔'' جیروم نے کہا۔

''تم کون ہو؟'' حمید نے آواز بدل کر سوال کیا۔

''ان کا ایک دوست۔''

''یہاں کوئی عدنان خلیلی نہیں رہتا۔''

''یہ ناممکن ہے۔''

''بڑے وثوق سے کہہ رہے ہو۔'' اس بار حمید نے اپنی اصل آواز میں کہا تھا۔

جیروم اُچھل پڑا اور پھر ہذیانی انداز میں قہقہہ لگا کر بولا۔ ''دیکھا تم نے۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا تھا۔''

''لیکن تمہیں پتا کیسے معلوم ہوا۔''

''مجھے معاف کر دیا گیا ہے اور تمہاری حقیقت بھی مجھ پر ظاہر کر دی گئی ہے۔ تم ایک پولیس آفیسر ہو اور کیپٹن حمید کہلاتے ہو۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ تمہارے پاس جاؤں اور تمہاری مدد کروں۔''

''کس سلسلے میں؟''

''تمہارے چیف کو تلاش کرنے کے سلسلے میں۔''

حمید چکرا کر رہ گیا۔ آخر مقصد کیا ہے ان حرکتوں کا؟ یہ کیسے لوگ ہیں؟ ان کا انداز تو سچ مچ ایسا ہی ہے جیسے حقیقتاً یہ خود ہی یہاں کے حکمران ہوں اور صرف کرنل فریدی کو اپنا حریف سمجھتے ہوں۔

تھوڑی دیر بعد بے حد نرم لہجے میں جیروم سے بولا۔ ''اچھی بات ہے۔ اندر جاؤ اور آرام کرو۔ فی الحال ہم ذرا باہر جا رہے ہیں۔''

''آپ کی تعریف!'' جیروم نے پامیلا کی طرف ہاتھ اُٹھا کر پوچھا۔

''اپنے کام سے کام رکھو۔ حمید نے بگڑ کر کہا اور پامیلا کا ہاتھ پکڑ کر روبوٹ والی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔''

جیروم جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ حمید پامیلا سمیت گاڑی کے قریب پہنچ گیا۔

''یہ آخر ہے کون؟'' پامیلا نے آہستہ سے پوچھا۔

''تمہارے ہی گروہ کا ایک آدمی جسے حکم دیا گیا تھا کہ اپنی محبوبہ کو قتل کردے۔ میں عین وقت پر پہنچ گیا اور اُس بیچاری کی جان بچ گئی۔''

''تو یہ اُسے قتل کرنے جا رہا تھا۔''

''اُدھ مری تو کر ہی چکا تھا۔ جب میں پہنچا۔''

''میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گی۔''

''دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرو۔ ایسے دیدہ دلیر مجرم آج تک میری نظر سے نہیں گزرے۔ چلو بیٹھو اُدھر......!''

''پھر کہتی ہوں کہیں کسی اور دشواری میں نہ پڑ جاؤ۔''

''دیکھا جائے گا......چلو بیٹھ جاؤ۔''

اپنے انداز سے ہچکچاہٹ ظاہر کرتی ہوئی وہ بیٹھ گئی۔ حمید نے اسٹارٹر کے پش سوئچ کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن جیسے ہی اُس پر انگلی رکھی اسٹیئرنگ کے وسط سے تیز قسم کی روشنی نکل کر اس کے چہرے پر پڑی اور اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اُس کے حواس خمسہ معطل ہو گئے ہوں۔ روشنی کے ساتھ ہی اسٹیئرنگ کے وسط سے عجیب طرح کی آواز کا بھی اخراج ہونے لگا۔ ایسی آواز جو تیز نہیں تھی لیکن کانوں کے راستے اس طرح ذہن میں اُتر رہی تھی جیسے اُس نے اور ساری آوازوں کو دبالیا ہو۔ اس آواز کے علاوہ وہ اور کچھ سن ہی نہیں سکتا تھا۔ قریباً ایک منٹ تک یہی کیفیت رہی اور اُسکا ذہن شل ہو کر رہ گیا۔ پھر پامیلا نے ڈیش بورڈ کے کسی دوسرے میکنزم پر ہاتھ ڈالا اور وہ روشنی آواز سمیت اسٹیئرنگ کے وسطی حصے سے غائب ہو گئی۔

حمید بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ اس کا ذہن کسی سلیٹ کی سطح کی طرح صاف ہو گیا تھا۔ وہ کچھ بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ حتیٰ کہ اس وقوعے کا نقش بھی ذہن سے مٹ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن وہ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ پامیلا نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی اور گاڑی سے اُتر کر برآمدے کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں جیروم کھڑا ہوا تھا۔ اُسے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ برآمدے سے پورچ میں اُتر آیا۔

دونوں کچھ دیر تک آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے۔ پھر پامیلا نے اُسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ اس دوران میں اُس کی نظر بار بار گھڑی پر پڑتی رہی تھی۔ جیروم کے اندر چلے

جانے کے بعد وہ پھر گاڑی کی طرف پلٹ آئی۔ دروازہ کھولا اور حمید کے برابر بیٹھ گئی۔ اب بھی اس کی نظر گھڑی ہی پر تھی۔ حمید پہلے ہی کی طرح بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن پلکیں نہیں جھپک رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد پامیلا نے کہا۔ ''کیپٹن حمید! کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔''

''ہاں سن رہا ہوں۔'' حمید کے صرف ہونٹ ہلے تھے۔ پلکیں اب بھی نہیں جھپکی تھیں۔

''تمہیں میری ہدایات پر عمل کرنا ہے۔ بائیں جانب اپنے دیدے گھماؤ۔''

حمید کی آنکھیں ڈیش بورڈ کی بائیں جانب نگراں ہوگئیں اور اُس سمت ایک گوشے میں ایک چھوٹا سا اسکرین روشن ہوتا نظر آیا۔

''کیپٹن حمید...... کیا تمہیں یہ روشن اسکرین دکھائی دے رہا ہے؟'' پامیلا نے سوال کیا۔

''ہاں دکھائی دے رہا ہے۔''

''اس پر تمہیں جو تحریر نظر آئے اُسے اس طرح پڑھنا جیسے کوئی اعلان کررہے ہو۔ کیا تم ایسا کرو گے؟''

''تم کہو گی تو ضرور کروں گا۔''

پامیلا نے پھر ڈیش بورڈ کا ایک بٹن دبا کر کہا۔ ''اچھی بات ہے۔ تو اسی اعلان کو بار بار دہراتے رہو۔''

اسکرین پر تحریر نظر آنے لگی اور حمید نے اعلان کرنے کے سے انداز میں اُسے پڑھنا شروع کردیا۔

''خواتین و حضرات! مجھے افسوس ہے کہ آپ کی تفریح میں مخل ہورہا ہوں۔ میں کیپٹن حمید کرنل فریدی کا اسسٹنٹ آپ سے مخاطب ہوں۔ پرچھائیوں والے خوف ناک لوگ چاہتے ہیں کہ کرنل فریدی کو اُن کے حوالے کردیا جائے۔ لیکن کرنل فریدی کا سراغ نہیں مل رہا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہا کہ آپ لوگ شہر خالی کردیں۔ اُن خوف ناک لوگوں نے صرف تین دن کی مہلت دی ہے۔ چوتھے دن پرچھائیاں شہر کی عمارات کو مسمار کرنا شروع کردیں گی۔ خدا کیلئے شہر چھوڑ دیجئے۔ بہت بڑے پیمانے پر تباہی پھیلنے والی ہے۔''

اس کے بعد فوراً ہی اسکرین تاریک ہوگیا اور پامیلا نے ڈیش بورڈ کے کئی سوئچ آف

کئے اور گاڑی سے اُتر کر اُس کے دروازے پر آئی جدھر حمید بیٹھا ہوا تھا۔ دروازہ کھول کر حمید کا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔ ''اب اُتر آؤ......اور میرے ساتھ اندر چلو۔''

حمید نے چپ چاپ تعمیل کی اور وہ اُس کا ہاتھ پکڑے ہوئے اندر لائی۔ جیروم نشست کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے اُسے باہر جانے کا اشارہ کیا اور حمید کو دیوان پر بٹھاتی ہوئی بولی۔ ''اب تم سو جاؤ گے اور جب سو کر اُٹھو گے تو تمہیں روبوٹ......گاڑی اور اپنی اس کیفیت کے بارے میں کچھ بھی یاد نہیں رہے گا۔ لیٹو اور سو جاؤ۔''

حمید دیوان پر لیٹ گیا اور دوسرے ہی لمحے میں اُس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ باہر جیروم نے وہ عجیب وغریب گاڑی اسٹارٹ کی تھی اور اُسے پھاٹک کی طرف موڑ رہا تھا۔

ریڈیو پر ایک مقبول پروگرام ہو رہا تھا۔ یہ پروگرام اتنا ہی پسندیدہ تھا کہ لوگ اپنے کام چھوڑ کر اُس کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ اچانک پروگرام کے دوران ہی میں آواز اس طرح غائب ہوگئی جیسے ٹرانسمیشن میں کوئی گڑبڑ ہوئی ہو۔ پھر سیٹیاں سی بجنے لگیں اس کے بعد جو آواز آئی تھی اُس کا اس پروگرام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

''خواتین وحضرات! مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ کی تفریح میں مخل ہو رہا ہوں۔ میں کیپٹن حمید، کرنل فریدی کا اسسٹنٹ آپ سے مخاطب ہوں۔ پرچھائیوں والے خوف ناک لوگ چاہتے ہیں کہ کرنل فریدی کو اُن کے حوالے کر دیا جائے۔ لیکن کرنل فریدی کا سراغ نہیں مل رہا۔ اب اُس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہا کہ آپ لوگ شہر خالی کر دیں۔ ان خوف ناک لوگوں نے صرف تین دن کی مہلت دی ہے چوتھے دن پرچھائیاں شہر کی عمارات کو مسمار کرنا شروع کر دیں گی۔ خدا

کے لئے شہر چھوڑ دیجئے۔ بڑے پیمانے پر تباہی پھیلنے والی ہے۔''

لوگ سناٹے میں آ گئے۔ چہرے دھواں ہو گئے تھے۔ پھر سیٹیاں سی بجی تھیں اور وہی مقبول پروگرام شروع ہو گیا تھا۔

لیکن اب کسے ہوش تھا کہ اس پروگرام کو سنتا۔ ریڈیو بند کر دیئے گئے، لوگ گھروں سے نکل پڑے۔ سڑکوں پر جگہ جگہ ہجوم نظر آنے لگے۔ ذرا ہی سی دیر میں ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ شہر نہیں آدمیوں کا جنگل ہو۔

''پولیس کی گاڑیاں ریڈیو اسٹیشن کی طرف دوڑی تھیں۔ ہوم سیکریٹری آئی جی پر برس رہا تھا اور فریدی کے محکمے پر تو جیسے بجلی گری تھی۔ بڑے آفیسر چیخ رہے تھے کہ آخر کیپٹن حمید سیدھا ریڈیو اسٹیشن کیوں دوڑا گیا اور ریڈیو کے حکام اس پر کیسے آمادہ ہو گئے کہ اوپر سے ملے ہوئے کسی آرڈر کے بغیر اُسے اس قسم کا کوئی اعلان کرنے دیا۔ آخر ہوم سیکریٹری نے ریڈیو اسٹیشن کے ذمہ داران سے جواب طلب کر لیا اور تب یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ ریڈیو والے خود حیران ہیں۔ پروگرام کے دوران میں اُن کا ٹرانسمیٹر اچانک ناکارہ ہو گیا تھا۔ وہ نہیں جانتے کہ وہ حیرت انگیز اعلان کہاں سے ہوا تھا۔ پھر ہوم سیکریٹری نے پولیس کے بڑے حکام کی میٹنگ طلب کر لی۔ ان میں فریدی کے محکمے کا ڈی آئی جی بھی تھا۔ وہ خاموشی سے میٹنگ کی کارروائی دیکھتا اور سنتا رہا تھا۔ آخر ضبط نہ کر سکا اور اُسے بولنا ہی پڑا۔

''میرا خیال ہے کہ کیپٹن حمید مجرموں کے ہتھے چڑھ گیا ہے اور اُنہوں نے اُسے اس بات پر مجبور کر دیا ہوگا۔ جو لوگ ایسی تباہ کار پرچھائیاں تخلیق کر سکتے ہیں ان کے لئے ہمارے ٹرانسمشن پر اثر انداز ہونا کیا مشکل ہوگا۔''

''کرنل فریدی محکمے سے رابطہ کیوں نہیں قائم کرتا۔'' ہوم سیکریٹری میز پر ہاتھ مار کر دھاڑا۔

''اس کا جواب تو وہی دے سکے گا۔''

''محکمے میں اس بدنظمی کے ذمہ دار آپ ہیں۔''

''ہو سکتا ہے آپ درست کہہ رہے ہوں۔ لیکن شاید آپ کو علم نہیں کہ فریدی نے اس خطرے سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا اور اُس کا مشورہ تھا کہ اس کیس کو آئی ایس آئی کے حوالے کر دیا جائے کیونکہ یہ دفاعی نوعیت کا مسئلہ بھی بن سکتا ہے۔ لیکن آئی ایس آئی کے

ڈائریکٹر جنرل نے اس مشورے کو قابل اعتناء نہیں سمجھا تھا اور ہمارے محکمے کے ڈائریکٹر جنرل صاحب نے بھی فریدی کی رائے سے اتفاق نہیں کیا تھا۔''

ہوم سیکریٹری ڈائریکٹر جنرل کی طرف مڑا۔

''جی ہاں! یہ درست ہے۔'' ڈائریکٹر جنرل نے مردہ سی آواز میں کہا۔

''لیکن میں نے تو صرف آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کی رائے سے اتفاق کیا تھا۔ محض اس لئے کہ وہ دفاع کے معاملات کو ہم سے بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔''

''میں آپ کے محکمے کی بے ضابطگیوں کی بات کر رہا ہوں۔''

''جناب عالی! نوٹس مشتہر کرادیا گیا ہے۔ اگر وہ ایک ہفتے کے اندر اندر اصالتاً جواب دہی نہیں کرتا تو یک طرفہ کارروائی کی جائے گی۔''

''اور وہ کارروائی کیا ہوگی؟''

''ملازمت سے برطرفی۔''

''میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔'' ڈی آئی جی بولا اور ڈائریکٹر اُسے اس طرح گھورنے لگا جیسے کچا چبا جائے گا۔

''کہئے...... کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' ہوم سیکریٹری نے کہا۔

''وہ ملازمت برائے ملازمت نہیں کر رہا۔ ملازمت سے برطرف ہوجانے کے بعد بھی وہ اپنا کام جاری رکھے گا۔''

''میں اُس کی بیک گراؤنڈ سے واقف ہوں۔'' ہوم سیکریٹری بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''بہرحال میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اُسے حاضری پر مجبور کرنا موت کے منہ میں جھونکنے کے مترادف ہوگا۔''

''اور جو یہ تباہی پھیل رہی ہے اس کی وجہ سے؟''

''تو گویا اس تباہی سے بچنے کیلئے اُس مخلص ترین آدمی کو مجرموں کے حوالے کردیا جائے گا۔''

''یہ میٹنگ آپ کا وعظ سننے کے لئے طلب نہیں کی گئی۔''

''مجھے افسوس ہے۔'' کہہ کر ڈی آئی جی بیٹھ گیا۔

حقیقت تو یہ تھی کہ کسی کی سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ میٹنگ کیوں طلب کی گئی ہے اور

اس میں کیا طے پانا ہے۔

''سوال تو یہ ہے کہ کیا مجرم صرف یہی چاہتے ہیں کہ فریدی اُن کے ہاتھ آ جائے۔'' ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔

''مجھے صرف اس سے غرض ہے کہ وہ رپورٹ کیوں نہیں دیتا۔'' ہوم سیکریٹری نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

''میں پھر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔'' ڈی آئی جی بولا۔

''کہیے؟''

''جب بھی معاملہ غیر ملکیوں کا ہوتا ہے تو وہ اسی طرح محتاط ہو جاتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ ایسے مواقع پر نہیں کہا جا سکتا کہ کون کون پہلے ہی سے بکا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر میں جیرالڈ شاستری والے کیس کو پیش کر سکتا ہوں۔''

''میں اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ یہاں نہیں تھا۔''

''جیرالڈ ہمارے آپریشن روم سے اپنے گروہ کو ہدایت دیا کرتا تھا اور بالآخر فریدی ہی نے اُسے پہچان کر پکڑا تھا اور اُس نے خودکشی کر لی تھی۔ بہرحال کہنے کا مطلب یہ کہ وہ ہمارے ہی کسی آدمی کی غفلت یا سازش سے آپریشن روم تک پہنچا ہوگا اور اس کیس میں ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کسی بڑی طاقت کا کھیل ہے یا کسی خبیث ذہن کی انفرادی کوشش۔''

''تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی کارگزاریوں کو پوشیدہ رکھنے کے لئے خود غائب ہو گیا ہے۔''

''میرا یہی خیال ہے جناب۔''

''اُس کے اس تجربے سے کس حد تک فائدہ اٹھایا گیا جو اُس نے کرائم رپورٹر...... کیا نام تھا اُس کا......؟''

''انور...... جناب! اسٹار کا کرائم رپورٹر۔''

''ہاں تو انور کے توسط سے پہنچنے والے تجربے سے کیا فائدہ اٹھایا آپ لوگوں نے۔''

''صد فی صد کامیابی ہوئی تھی۔ ہمارے نشانہ بازوں نے کئی مخرجوں کو نشانہ بنایا اور کائیاں غائب ہو گئیں۔ لیکن اب انہوں نے اس کا انتظام بھی کر لیا ہے۔ جیسے ہی کسی مخرج

کی طرف رائفل کی نال اٹھتی ہے اُس میں سے اتنی تیز روشنی خارج ہوتی ہے کہ نشانہ باز کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور مخرج اپنا راستہ بدل دیتا ہے۔''

''اب دیکھو نا اِسے کہتے ہیں حماقت۔'' ہوم سیکریٹری ہاتھ جھٹک کر بولا۔''آخر اس تجربے کی پبلسٹی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر خاموشی سے یہ کام ہوتا تو وہ لوگ اتنی جلدی اس اڑنے والی شے میں کوئی تبدیلی نہ کر سکتے۔''

''میری دانست میں اُس نے پبلک کو تیار کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ خود ہی ان حالات سے نپٹنے کے قابل ہو جائے۔ کیونکہ یہ تو معلوم ہی نہیں ہو پاتا کہ وہ پرچھائیاں کب اور کہاں نظر آئیں گی۔''

''میں شروع سے محسوس کر رہا ہوں کہ آپ اس کے طرف دار ہیں۔''

''میں اس کا طرف دار نہیں بلکہ اُسے اچھی طرح جانتا ہوں اور اب آخری بات کہنا چاہتا ہوں۔''

''وہ بھی کہہ ڈالئے۔'' ہوم سیکریٹری نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''فریدی زیادہ سے زیادہ وجہ جرم معلوم کر سکے گا۔ اس کے آگے اُس کے بس کا بھی روگ نہیں۔ مناسب یہی ہوگا کہ یہ معاملہ کلی طور پر فریدی کے سپرد کر دیا جائے۔''

''میں اس رائے سے متفق ہوں۔'' ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔''اور مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں نے اُسی وقت فریدی کی رائے سے اتفاق کیوں نہیں کیا تھا۔''

''اُوہ......تو اسے ایک طرح سے نااہلی کا اعتراف کیوں نہ سمجھا جائے۔'' ہوم سیکریٹری نے ڈائریکٹر جنرل کو گھورتے ہوئے کہا۔

''لیکن اس نااہلی کا تعلق کارکردگی سے نہیں ہے۔ ہمارے پاس وہ وسائل نہیں ہیں جو ان حالات سے نپٹنے کے لئے ضروری ہیں۔ دوربینوں سے کہاں تک تلاش کیا جا سکتا ہے ان فلائنگ ڈیوائسز کو۔ اور پھر ہم اس سے بھی لاعلم رہتے ہیں کہ وہ کب نمودار ہوتی ہیں۔''

''اگر وہ بے آواز ہیں تو ریڈار بھی اُن کا پتا نہیں لگا سکے گا۔'' ہوم سیکریٹری نے کہا۔

''بس تو پھر آپ ہی خیال فرمایئے۔''

''تو کیا ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں۔''

''ایسا بھی نہیں ہے۔ ہم سے جو کچھ بھی ممکن ہے کر رہے ہیں۔''

یہ میٹنگ بس ایسی ہی تھی کہ وہ کسی حتمی فیصلے پر نہیں پہنچ سکے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔

دن میں کئی بار ریڈیو کی نشریات میں فرق پڑ چکا تھا۔ اچانک اُسی فریکوئینسی پر کوئی نامعلوم اور بہت طاقتور ٹرانسمیٹر غالب آجاتا تھا۔ یعنی ریڈیو اسٹیشن کی نشریات کی بجائے کیپٹن حمید کا اعلان سنائی دینے لگتا تھا۔

خود حمید نے بھی اُسے سنا اور بھونچکا رہ گیا۔ اس وقت وہ پامیلا کے ساتھ کیرم کھیل رہا تھا اور ریڈیو پر فلمی نغموں کا فرمائشی پروگرام سن رہا تھا کہ اچانک ایک نغمے کی آواز مدھم ہوکر بیک گراؤنڈ میں چلی گئی اور خود اس کی آواز اُبھر آئی۔

اسٹرائیکر اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''یہ کیا چکر ہے۔'' بالآخر وہ پامیلا کو گھورتا ہوا بولا۔

''کیا بات ہے! میں نہیں سمجھی۔''

حمید نے اُسے اعلان کا مفہوم سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کبھی کوئی ایسا اعلان ریکارڈ کرایا ہو۔''

''لیکن تم مجھے ایسی بے اعتمادی سے کیوں دیکھ رہے ہو۔ میں نے کیا کیا ہے؟''

''یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم نے کیا کیا ہے۔''

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دوسرا اعلان شروع ہوا۔

''خواتین حضرات! ابھی تک نہیں معلوم ہوسکا کہ یہ اعلان کہاں سے ہو رہا ہے۔ بہرحال یہ ہماری نشریات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہم اسے کسی طرح بھی نہیں روک سکتے۔ اب آپ سے ایریا کمانڈر صاحب

خطاب فرمائیں گے۔"

حمید نے طویل سانس لی اور سوچنے لگا۔ تو فوج نے شہر کا انتظام سنبھال لیا۔ یہ بہت پہلے ہو جانا چاہئے تھا۔

"خواتین حضرات!" ریڈیو سے آواز آئی۔ "میں ایریا کمانڈر آپ سے مخاطب ہوں۔ مجرموں کو جلد از جلد گرفتار کرلیا جائے گا۔ آپ ہراساں نہ ہوں۔ مجرم انتشار برپا کر کے لوٹ مار کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نظم و ضبط برقرار رکھ کر اُن کے اس منصوبے کو خاک میں ملا سکتے ہیں۔ کوئی سائنسی شعبدہ چالاک مجرموں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ آپ کی فوج اُسے نیست و نابود کردینے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ جہاں بھی کوئی ایسی پرچھائیں نظر آئے فون نمبر ایک تین ایک پر اطلاع دیجئے۔ شکریہ! ایک بار پھر گزارش ہے کہ نظم وضبط برقرار رکھنے کی کوشش کیجئے۔ اگر آپ نے شہر خالی کرنے کا ارادہ کیا تو اس سے مجرموں کو فائدہ پہنچے گا۔ قومی وقار کا تقاضا ہے کہ آپ اپنی جگہوں پر جمے رہیں۔ خدا حافظ۔"

حمید کی پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ شاید اب ان پرچھائیوں کا طلسم ٹوٹ جائے۔ اوہ...... مگر خود اُس کی کیا پوزیشن ہے۔ اس کے بارے میں کس قسم کی قیاس آرائیاں ہو رہی ہوں گی۔ کیا وہ خود کو اپنے آفیسرز کے سامنے پیش کردے۔ لیکن وہ کبھی اسکی لاعلمی پر یقین نہیں کریں گے کیونکہ وہ صد فیصد اُسی کی آواز تھی۔

وہ پھر پامیلا کو گھورنے لگا۔ اس دوران میں ریڈیو کے معمول کے پروگرام دوبارہ شروع ہو گئے تھے۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریڈیو بند کردیا۔

"پھر کہتی ہوں...... مجھے اس طرح نہ دیکھو۔ میں کچھ نہیں جانتی۔" پامیلا نے کہا۔

"جو کچھ بھی ہوا ہے بہت بُرا ہوا ہے۔"

"یقیناً بُرا ہوا ہے۔ لیکن اسکی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔ میں تو خود ہی اُن کی ستائی ہوئی ہوں۔"

"مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں کب سویا تھا۔ دن میں کبھی سوتا ہی نہیں۔"

''رات جاگے بھی تو تھے۔ میں تمہیں یاددلاتی ہوں کہ تم کب اور کس طرح سوئے تھے۔ مجھ سے کہا تھا کہ کسی ہوٹل سے لنچ خریدنے جارہے ہو۔ پھر دیوان پر لیٹ گئے تھے اور سونا شروع کردیا تھا۔ میں نے بھی جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ بھوکی بیٹھی رہی۔''

''کوئی اور بھی یہاں آیا تھا۔''

''کون آتا۔''

''پتا نہیں کیوں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی بھی یہاں رہا ہو۔''

''شاید اب بھی تمہارا ذہن صاف نہیں ہوا۔ نیند برابر حملے کئے جارہی ہے۔''

''خدا جانے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں خود کو اپنے محکمے کے حوالے کرنے جارہا ہوں۔''

''اور میرا کیا ہوگا؟'' وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔

''یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر انہیں معلوم ہوگیا کہ تمہارا تعلق بھی اس گروہ سے رہ چکا ہے تو تمہاری شامت آجائے گی۔''

''اور میں اس پر خودکشی کو ترجیح دوں گی۔''

''خودکشی......!'' حمید اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''ہرگز نہیں۔ تم بہت خوبصورت ہو۔ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔''

''کیا کرو گے میرا......؟''

''یہ بتانا مشکل ہے!''

''عورت کے معاملے میں بالکل اناڑی معلوم ہوتے ہو۔ آخر خوبصورتی کا مصرف کیا ہے۔''

''اُسے دیکھا جائے۔ جی بھر کے دیکھا جائے۔''

''غالباً تم کسی عورت کے مجسمے کی بات کررہے ہو۔'' پامیلا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''نہیں میں تمہاری بات کررہا ہوں۔''

''میرا خیال ہے کہ میں دن رات کسی سڑک کے کنارے کھڑی رہا کروں اس طرح ہزاروں آدمی مجھے دیکھ لیں گے۔''

''میں سمجھ گیا۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ لیکن میں اپنے چیف سے پوچھے بغیر اس سلسلے میں بھی کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔''

''مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ ورنہ بہت گندی گالیاں سنو گے۔''

''دراصل تم مجھے اپنے چیف کے لئے بے حد خوبصورت لگتی ہو۔''

''یہ کیا بکواس ہے۔''

''میں اس سے کہوں گا کہ تم سے محبت کرے۔''

''خاموش رہو!'' وہ آنکھیں نکال کر دھاڑی اور حمید بھلا دانت نکال دینے کے علاوہ اور کیا کرتا۔

پھر وہ وہاں سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی اور حمید دوبارہ اپنی یادداشت پر زور دینے لگا۔ آخر وہ سویا کیسے تھا اور سونے سے قبل اس نے وہاں کس تیسرے فرد کو دیکھا تھا۔ سوچتے سوچتے سر چکرانے لگا لیکن بات نہ بنی۔

تھوڑی دیر بعد وہ بھی اُٹھا اور برآمدے میں نکل آیا۔ گیراج کا دروازہ کھلا دیکھ کر چونک پڑا۔ پھر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز بھی سنی۔ فوکسی تو گیراج کے باہر پہلے ہی سے موجود تھی۔

اس نے دیکھا کہ پامیلا والی اسپورٹس کار ریورس گیئر میں باہر نکل رہی ہے۔ خود پامیلا ہی ڈرائیونگ سیٹ پر نظر آئی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور قبل اس کے کہ وہ گاڑی کو کمپاؤنڈ سے نکال لے جاتی اس نے اُسے جالیا۔

''ٹھہرو......ٹھہرو۔ یہ کیا کر رہی ہو؟'' وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

''خود کو پولیس کے حوالے کرنے جا رہی ہوں۔''

''کیا مطلب......؟''

''گھٹن کی زندگی سے یہی بہتر ہے کہ جیل میں پناہ لوں۔''

''اگر تم اپنے ساتھیوں کی نشاندہی نہ کر سکیں تو بڑی اذیتوں سے گزرنا پڑے گا۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ تم کوئی نیا جال پھیلانا چاہتی ہو۔''

''پھر میں کیا کروں۔ تمہارے ساتھ رہنا بھی جہنم کی زندگی سے کم نہیں۔''

''سنو! اس قسم کی باتیں صرف شوہروں سے کی جاتی ہیں۔''

''اگر پولیس تک پہنچنے سے قبل اپنے ہی آدمیوں کے ہتھے چڑھ گئیں تو کیا ہوگا؟''

''کچھ بھی ہو، تم سے تو نجات مل ہی جائے گی۔''

''کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی بُرا برتاؤ کیا ہے۔''

''اس سے بُرا برتاؤ اور کیا ہوگا کہ مجھے پتھر سمجھتے ہو۔''

''شاید میری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔''

''مجھے جانے دو۔''

''مفت میں ماری جاؤ گی۔''

''میں نے کہہ دیا کہ تمہاری ہم نشینی سے موت بہتر ہے اور اب میں تمہارے چیف کو تلاش کروں گی۔''

''کیوں، چیف کو کیوں تلاش کرو گی؟''

''تمہارے لئے اجازت نامہ حاصل کروں گی۔''

حمید کو ہنسی آ گئی اور وہ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اُس کے برابر بیٹھتا ہوا بولا۔

''اس صورت میں میرا تمہارے ساتھ ہونا اشد ضروری ہے۔''

''کیوں؟'' وہ بھنویں چڑھا کر بولی۔

''تاکہ اجازت ملتے ہی......!''

''میرا مذاق مت اُڑاؤ ورنہ گولی ماردوں گی۔'' وہ حمید کی بات کاٹ کر بولی۔ ساتھ ہی ایکسیلریٹر پر دباؤ بھی ڈالا۔ گاڑی پھاٹک سے نکلی چلی آئی۔

حمید نے سیٹ کی پشت گاہ سے ٹک کر تمباکو کا پاؤچ اور سگریٹ رول کرنے کا کاغذ نکالا۔

''تم بنے بنائے سگریٹ کیوں نہیں استعمال کرتے۔''

''اُن میں وہ تمباکو نہیں ملتا جو میں استعمال کرتا ہوں۔''

''تو پھر پائپ پیا کرو۔''

''پائپ ہی پیتا ہوں۔ لیکن میک اپ میں ہونے کی صورت میں سارے معمولات اور عادتیں ترک کر دیتا ہوں۔''

''عقلمندی کی بات ہے۔''

''لیکن تم میرے چیف کو کہاں تلاش کرو گی۔''

''کسی ویرانے میں۔''

اس جواب پر حمید چونک پڑا۔لیکن فوری طور پر کچھ بولا نہیں۔وہ خود ہی کہتی رہی۔

''تمہارے کہنے پر میں نے اس کمپیوٹر پر ہارڈ اسٹون کے نام سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ اشارہ کمپیوٹر ہی نے دیا تھا کہ وہ زیادہ تر ویرانوں میں رہتا ہے۔''

حمید اس بکواس پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔دفعتاً وہ واقعہ یاد آیا جس کے بعد وہ اُس کے ساتھ فرار ہوئی تھی اور اب اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ محض ایک ڈرامہ رہا ہو اور پھر یہ جسارت کہ اُس کے بعد بھی اسپورٹس کار لے کر سڑک پر نکل آئی ہے۔حمید کا ذہن ایک بار پھر اُسی اعلان کی طرف بھٹکنے لگا جو ریڈیو سے ہوا تھا۔ساتھ ہی وہ موقع بھی یاد آ گیا جب اُسے ان لوگوں نے جیروم سمیت پکڑا تھا اور اُسے خبر تک نہیں ہوئی تھی۔تو پھر یہ عورت......! یہ بھی ایسے ہی کسی معاملے میں ملوث معلوم ہوتی ہے۔آخر وہ کب اور کیسے سویا تھا۔ تو اب یہ عورت اُسے کہاں لے جارہی ہے؟ اگر وہ سچ مچ اپنے ساتھیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اُس کے ساتھ فرار ہوئی تھی تو اب اس طرح سڑک پر کیوں نکل آئی ہے۔لاکھ اُس نے اُس کی شکل میں بھی تبدیلی کردی ہو لیکن یہ اسپورٹس کار جس کے رجسٹریشن نمبر کی پلیٹ بھی نہیں بدلی گئی، اس کے لئے پریشانی کا باعث ضرور بن سکتی ہے۔پھر آخر وہ اس کی طرف سے اتنی لاپرواہ کیوں ہوگئی ہے۔

''آخر تم کہاں جارہی ہو۔سنجیدگی سے گفتگو کرو۔'' حمید نے اچانک اُس سے سوال کیا۔

''میں اس شہر ہی میں نہیں رہنا چاہتی۔کیا تمہیں اُن پرچھائیوں سے خوف نہیں معلوم ہوتا۔''

''معلوم تو ہوتا ہے لیکن ہم جائیں گے کہاں؟''

''کہیں اور......قریب ترین شہر تارجام ہے۔وہیں کیوں نہ چلیں۔دھمکی تو صرف اس شہر والوں کو دی گئی ہے۔''

''تو تم نے فوکسی کیوں نہیں استعمال کی۔یہ گاڑی کیوں نکال لائیں جو کسی وقت بھی گردن کٹوا سکتی ہے۔''

''اوہ......میری تو عقل ہی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔جہنم میں جائے جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔میں تو اس شہر کے ماحول سے تنگ آ گئی ہوں۔''

''بہرحال تم پرچھائیوں سے خوفزدہ ہوکر بھاگ رہی ہو۔''

''کیا یہ غیر فطری ہے؟'' وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولی۔ ''پورا شہر خوفزدہ ہے۔''

''معلوم تو ہوتا ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔

دفعتاً پامیلا نے گاڑی کی رفتار کم کردی اور پھر اُسے سڑک کے کنارے لگا کر روکتے ہوئے کہا۔ ''تم آؤ اسٹیئرنگ پر۔ میں دیر تک ڈرائیو نہیں کرسکوں گی۔''

وہ دروازہ کھول کر اُتر گئی اور حمید اسٹیئرنگ کی جانب کھسک آیا۔ وہ دوسری طرف سے اُس کے برابر آ بیٹھی۔

''تو پھر تارجام ہی کی طرف۔'' اس نے پامیلا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں......تارجام ہی کی طرف۔''

حمید نے ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر اس بھاگ دوڑ کا نتیجہ کیا نکلے گا اور اب وہ کیا چاہتی ہے۔

''تم ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکیں۔'' اُس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''خود اپنی سمجھ میں کب آئی ہوں کہ تمہاری سمجھ میں آجاؤں گی۔''

حمید نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور ونڈ اسکرین پر نظر جمائے رہا۔ شام کے چار بج رہے تھے اور گاڑی مغرب کی سمت جا رہی تھی۔ سڑک پر زیادہ ٹریفک نہیں تھا۔ حمید عقب نما آئینے کو ایسے زاویئے پر لایا کہ پیچھے دور تک نظر رکھ سکے۔ اُسے یقین تھا کہ تعاقب ضرور ہو رہا ہوگا۔ خواہ تعاقب کرنے والے مجرم ہوں خواہ فریدی کے ساتھی۔

''کیا کوئی مختصر راستہ نہیں ہے تارجام تک پہنچنے کا۔'' پامیلا نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

''ہے کیوں نہیں!''

''تو پھر اُدھر ہی چلو۔ میں جلد از جلد خود کو محفوظ سمجھنا چاہتی ہوں۔''

''یہاں اس گاڑی میں بھی تم غیر محفوظ نہیں ہو۔'' حمید نے کہا اور سوچا کہ شارٹ کٹ ہی مناسب رہے گا۔ اس طرح رات ہونے سے قبل ہی تارجام پہنچ جائیں گے۔

مزید دو میل چلنے کے بعد اُس نے گاڑی ایک کچے راستے پر موڑ دی۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے۔'' پامیلا طویل سانس لے کر بولی۔ ''اس طرح ہمیں معلوم ہو سکے گا

کہ تعاقب تو نہیں کیا جارہا۔''

''بہرحال تم اپنے آدمیوں سے خائف بھی ہو اور اس طرح دندناتی بھی پھر رہی ہو۔''

''آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ کیا مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔''

''اُس اعلان نے مجھ کو الجھن میں ڈال رکھا ہے جو میری آواز میں نشر کیا جارہا ہے۔''

''یقین کرو کہ میں اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔'' اس نے کہا اور دفعتاً چیخ پڑی۔ ''وہ دیکھو۔''

ایک پرچھائیں گاڑی کی بائیں جانب برابر سے دوڑ رہی تھی۔ حمید کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر کانپ کر رہ گئے۔ پھر وہ پرچھائیں گاڑی سے آگے نکل گئی۔ اس کے بعد اچانک اس طرح پلٹی کہ حمید کو گاڑی دوسری طرف موڑی دینی پڑی۔ وہ گاڑی کو پرچھائیں سے بچانے کی کوشش کررہا تھا اور پرچھائیں تھی کہ بار بار اس طرح جھپٹتی تھی جیسے گاڑی ہی اُس کا نشانہ ہو۔

اس طرح ایک بار پھر گاڑی اُسی راستے پر لگ گئی جدھر سے آئی تھی۔ پرچھائیں کی حرکتوں نے اُسے سڑک پر بھی تارجام کی جانب نہ مڑنے دیا۔

گاڑی اب پھر شہر ہی کی طرف واپس جارہی تھی۔ حمید بُری طرح ہانپ رہا تھا اور پامیلا کی تو گھگھی بندھ گئی تھی۔ حمید نے اُسے کنکھیوں سے دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

تھوڑی دیر بعد خود ہی بولی۔ ''ہم کہیں بھی نہیں بچ سکتے۔''

''بچ سکتے تھے۔'' حمید جھلا کر بولا۔ ''اگر تم سے اس گاڑی کو استعمال کرنے کی حرکت سرزد نہ ہوئی ہوتی۔''

''گاڑی سے کیا ہوا؟''

''اس گاڑی میں کہیں نہ کہیں پرچھائیوں کی ریسیونگ ڈیوائیس ضرور موجود ہے۔''

''خدا جانے میرا تو سر چکرا رہا ہے۔''

''دنیا کی ساری عورتوں کی زبان سے آخرکار یہی جملہ نکلتا ہے۔''

''دیکھو اس وقت جھگڑا مت کرو۔ ورنہ میرا ہارٹ فیلیور ہوجائے گا۔''

''تو اب کہاں چلیں؟'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر پوچھا۔

''میرا خیال ہے کہ ہم اُن سے نہیں بھاگ سکتے۔'' وہ تھکی سی آواز میں بولی۔ ''اور

اب میں تمہیں بتاتی ہوں کہ جس طرح تم سو گئے تھے اُسی طرح مجھ پر بھی نیند کا غلبہ ہوا تھا اور میں بھی سو گئی تھی۔''

''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔''

''تم ہرگز یقین نہ کرتے۔''

''شاید۔ ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے تو اب بھی یقین نہیں ہے۔''

''تو پھر اس سلسلے میں مزید گفتگو ہی فضول ہے۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ ''ہاں تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ ہم ان سے نہیں بھاگ سکتے۔ ثبوت کے طور پر ابھی کا واقعہ لے لو۔ تارجام جانا چاہتے تھے۔ نہیں جا سکے۔ محض ایک پرچھائیں نے ہمارا رخ دوبارہ شہر کی طرف پھیر دیا۔''

''ہاں ہاں مجھے اعتراف ہے۔ لیکن تم کہنا کیا چاہتی ہو۔''

''کیوں نہ ہم ڈربی ہاؤز واپس چلیں۔''

''بہت خوب۔ گویا سیدھے موت کے منہ میں۔''

''نہیں کیپٹن حمید یہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔'' دفعتاً ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے آواز آئی۔ ''حالات بدل چکے ہیں۔ تم ڈربی ہاؤز ہی میں محفوظ رہ سکتے ہو۔''

حمید نے گاڑی کی رفتار کم کر دی اور پھر سڑک سے نیچے اُتر کر انجن بند کر دیا۔

''یہ کیا کر رہے ہو۔'' پامیلا مضطربانہ انداز میں بولی۔

''پاگل ہونے جا رہا ہوں۔ سنبھل کر بیٹھنا۔'' حمید اُسے گھورتا ہوا بولا۔ ''تم نے دیدہ دانستہ یہ اسپورٹس کار گیراج سے نکالی تھی۔''

''یہ سراسر الزام ہے۔ میں اس سازش میں شریک نہیں ہوں۔''

ڈیش بورڈ کے خانے سے آواز آئی۔ ''کیپٹن حمید اس کا بیان درست ہے۔ یہ ہماری معتوب ہے لیکن فی الحال اسے بھی معافی دی جا رہی ہے۔ ڈربی ہاؤز پہنچ جاؤ۔ ورنہ سچ مچ دوسرا راستہ تمہیں موت ہی کی طرف لے جائے گا۔ بدلے ہوئے حالات سے تم لاعلم ہو۔''

''کیسے حالات؟'' حمید جھلا کر بولا۔

''یہ بھی ڈربی ہاؤز ہی پہنچنے پر معلوم ہوگا۔''

''اب تم ڈرائیو کرو گی۔'' حمید پامیلا کی طرف دیکھ کر پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔
''فی الحال میرے اعصاب اس قابل نہیں ہیں۔''
''میرے بھی نہیں ہیں۔''
''بس تو پھر کچھ دیر یہیں ٹھہرو۔'' پامیلا نے کہا۔

حمید تمباکو کا پاؤچ نکال کر سگریٹ رول کرنے لگا۔ اس دوران میں پامیلا نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک چھوٹی سی نوٹ بک نکالی اور اُس کے ایک سادہ صفحے پر پنسل سے لکھنے لگی۔
''اب کوئی ایسی بات نہ کرنا جو اُن کے خلاف ہو۔ ہماری آواز کہیں اور بھی پہنچ سکتی ہیں۔ تم دیکھ ہی چکے ہو۔''

پھر اُس نے نوٹ بک حمید کی طرف بڑھا دی۔ حمید نے صفحے پر نظر ڈالی اور بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

سگریٹ ختم کر کے اُس نے انجن اسٹارٹ کیا۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ شہر پہنچ کر حمید نے ہر طرف سراسیمگی کے آثار پائے۔ جگہ جگہ لوگ مجمع لگائے کھڑے تھے۔ کئی بار اُس کا دل چاہا کہ کسی مجمع میں شامل ہو کر اُن لوگوں کی گفتگو بھی سنے لیکن پامیلا جو شاید اُس کے اس خیال کو بھانپ چکی تھی برابر چلتے رہنے کا اشارہ کئے جا رہی تھی۔

بالآخر وہ ڈربی ہاؤز تک جا پہنچے۔ داخلے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ پھاٹک خود بخود کھلا تھا اور گاڑی کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو جانے کے بعد بند بھی ہو گیا تھا۔

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ عمارت ویران نہیں ہے۔'' پامیلا آہستہ سے بولی۔

حمید خاموش ہی رہا۔ گاڑی کو گیراج کی طرف لیتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عمارت کے اندر داخل ہو رہے تھے اور پامیلا کو اُس کمرے میں پہنچنے کی جلدی تھی جہاں کمپیوٹر رکھا ہوا تھا۔

حمید سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے اُسے دیکھتا رہا۔ اگر اداکارہ تھی تو غضب کی تھی۔ انداز سے ذرہ برابر تصنع ظاہر نہیں ہوتا۔ اُسے کمپیوٹر والے کمرے میں چھوڑ کر حمید نے پوری عمارت چھان ماری لیکن کہیں کسی تیسرے وجود کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس عمارت میں تہہ خانے ضرور ہوں گے۔ خیر دیکھا جائے گا۔

پھر وہ کمپیوٹر والے کمرے کی طرف جانے کے لئے ایک درمیانی کمرے سے گزر رہی رہا

تھا کہ اچانک اُس کے دونوں دروازے بند ہو گئے۔ حمید جہاں تھا وہیں رک گیا۔ حیرت سے دونوں دروازوں کو باری باری سے دیکھا اور پھر چونک کر ایک دروازے کی طرف بڑھا۔

وہ اُن میں سے کسی دروازے کو بھی کھول لینے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ دفعتاً کمرے میں کسی کی آواز گونجی۔

''کیپٹن حمید، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا یہاں روک لیا جانا ایک طرح سے تم پر ہمارا احسان ہے۔''

''تم کون ہو! سامنے آؤ۔'' حمید فرش پر پیر پٹخ کر دہاڑا۔

''ناممکن ہے کیونکہ میں تم سے میلوں دور ہوں۔''

''اس حرکت کا مطلب؟''

''تمہاری جان بچانا مقصود ہے؟ تم اپنے محکمے کو رپورٹ دینے جا رہے تھے شائد۔''

''تمہیں اس سے کیا۔''

''سلاخوں کے پیچھے ہوتے تم۔ محکمے نے تم دونوں کو مفرور قرار دے دیا ہے۔''

''ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔''

''پبلک تم دونوں کے خون کی پیاسی ہو رہی ہے۔ پولیس پر سے اُس کا اعتماد اُٹھ گیا ہے۔ جہاں بھی کوئی پولیس والا نظر آ جاتا ہے اُس پر پتھراؤ کیا جاتا ہے۔''

''اس کا ذمہ دار کون ہے؟''

''تم دونوں۔''

''بکواس ہے۔''

''جو دل چاہے سمجھو۔ لیکن ہم نہیں چاہتے کہ تم مار ڈالے جاؤ۔''

''صرف میں یا میرا چیف بھی تمہاری ہمدردیوں کے دائرے میں آتا ہے۔''

''اُس سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔''

''مجھ میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں؟''

''تمہاری وجہ سے ہمارا آدھا مشن کامیاب ہو چکا ہے۔''

''یعنی تم چاہتے ہو کہ پبلک پولیس والوں پر پتھراؤ کرے۔''

''ہم بہت کچھ چاہتے ہیں کیپٹن حمید۔ کہو کیسی رہے گی اگر تم اچانک اپنے محکمے کے ڈائریکٹر جنرل بنا دیئے جاؤ۔''

''آخر کیا چاہتے ہو تم لوگ؟''

''تمہاری ترقی!''

''اور اس کے عیوض مجھ سے کیا چاہو گے؟''

''وقتاً فوقتاً تمہیں کچھ پیغامات ریکارڈ کرنے ہوں گے۔''

''کیا ابھی کچھ اور باقی ہے؟''

''بہت کچھ کیپٹن حمید۔ ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔''

''آخر کرنل فریدی سے تم لوگ کیا چاہتے ہو؟''

''وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔''

''میں تم لوگوں کے قبضے میں ہوں اور اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ تم سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ مجھ سے جو کام بھی لینا چاہو گے مجھے اس پر مجبور کر دو گے۔ لہٰذا کم از کم میری ایک الجھن تو رفع ہی کر دو۔''

''کیا بات ہے پوچھو......!''

''جب کرنل تم لوگوں کی طرف متوجہ نہیں تھے اُسی وقت تم نے اُن پر ہاتھ کیوں نہیں ڈال دیا۔ اس وقت تو وہ نہایت آسانی سے تمہارے دام میں آ جاتے۔''

''ہنڈرڈ ملین ڈالر کا سوال کیا ہے تم نے۔'' دوسری طرف سے جواب ملا۔

''چلو یہ تو معلوم ہوا کہ تم لوگ ڈالر کے زیرِ اثر ہو۔'' حمید خوش ہو کر بولا۔ ''ڈالر ہمارا بھی یار ہے۔''

''نتائج اخذ کرنے میں جلدی نہ کرو کیپٹن۔ ڈالر کی بات محاورۃً ہوئی تھی۔''

''خیر......میرے اصل سوال کا جواب ابھی تک نہیں ملا۔''

''ہم جب بھی چاہتے فریدی کو قابو کر سکتے تھے لیکن پرچھائیوں کا راز ظاہر ہونے سے پہلے ہم نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔''

''میں دراصل اُس ضرورت ہی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیپٹن حمید! میں صرف ایک پیغام رساں ہوں۔ اصل حالات کا علم مجھے بھی نہیں ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش لاحاصل ہوگی۔''

''میں سمجھتا ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔ خود بھی یہی خواہش رکھتا ہوں کہ کوئی گوشہ پکڑ کر تھوڑا آرام بھی کرلوں۔ ہاں...... کیا وہ یک چشم بھی تمہاری نظر میں ہے؟''

''بالکل ہے کیپٹن حمید اور کسی خاص نظریئے ہی کے تحت ہم نے اُسے ڈھیل دے رکھی ہے۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہے کہ شروع ہی سے تمہاری نظر ہم پر رہی ہے۔''

''تمہارا یہ خیال بھی درست ہے۔''

''اب ایک بات اور بتاؤ۔'' حمید نے کہا۔ لیکن اس بار دوسری آواز نہیں آئی تھی اور دونوں دروازے بھی خود بخود کھل گئے۔

حمید تیزی سے چلتا ہوا کمپیوٹر والے کمرے میں پہنچا۔ پامیلا سامنے ہی کھڑی تھی۔ بے حس و حرکت۔ پلکیں تک نہیں جھپکا رہی تھی۔ چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔

حمید نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا اور وہ چونک کر پلکیں جھپکانے لگی۔ وہ مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا ''یہ کیا ہوگیا ہے تمہیں۔''

''اُوہ...... مم...... میں کیا بتاؤں...... یہ کمپیوٹر...... بیکار ہوگیا ہے۔''

''لیکن تمہاری شکل پر تو ایسی ویرانی چھائی ہوئی ہے جیسے تمہارا معدہ بے کار ہوگیا ہو۔''

''مجھے اس سے ایک طرح کا ذہنی لگاؤ تھا۔''

''کیا تم نے میری اور اس نامعلوم آدمی کی گفتگو سنی تھی؟''

''نہیں، میں نے تو کچھ بھی نہیں سنا۔ کیا بات تھی۔''

''کچھ بھی نہیں! میں اُن کا قیدی ہوں۔''

''اور میں بھی......!''

حمید کچھ نہ بولا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہیئے۔

حمید کی آواز میں کیا جانے والا اعلان فریدی نے بھی سنا اور صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ اس کے بعد ایریا کمانڈر کا اعلان بھی سنا۔

''اگر پہلے ہی میری بات مان لی جاتی......!'' وہ طویل سانس لے کر بولا۔

''کیا آپ نے ایسی کوئی تجویز پیش کی تھی۔'' انور نے پوچھا۔

''بہت پہلے کی بات ہے جب میں نے اُنہیں وہ فلم دکھائی تھی۔''

''لیکن کیا فوج اس فتنے پر قابو پا سکے گی۔''

''قابو پا سکے یا نہیں۔ لیکن کم از کم ابتری اور بدنظمی تو نہ پھیلنے دے گی۔''

''اور پر چھائیاں بدستور عمارتوں کو ڈھاتی پھریں گی۔''

''اس کا تدارک تو اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب وہ جگہ تباہ کردی جائے جہاں سے وہ مصنوعی پرندے پرواز کرتے ہیں۔''

''اور اب تو اُنہیں آپ کی دریافت کردہ تدبیر سے بھی ختم نہیں کیا جاسکتا۔''

''ہاں انہوں نے بھی بچاؤ کی تدبیر کرلی ہے۔ جیسے ہی رائفل کی نال اُس کی طرف اٹھتی ہے اس سے اتنی تیز روشنی خارج ہوتی ہے کہ نشانہ باز کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں اور وہ ٹھیک نشانہ نہیں لگا سکتا۔''

''مجھے حیرت ہے کہ انہوں نے اتنی جلدی اس میں یہ تبدیلی کیسے کرلی۔''

''ہوسکتا ہے اُس میں وہ خصوصیت پہلے ہی سے موجود رہی ہو۔ بغیر ضرورت اُس سے کیا کام لیتے۔ ضرورت پڑنے پر اُسے بھی بروئے کار لائے۔''

''ہاں یہی ہوسکتا ہے لیکن اب کیا ہوگا۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس وقت یہ دونوں شہر ہی کی ایک عمارت میں مقیم تھے۔ فریدی نے انور کی شکل میں بھی کسی قدر تبدیلی کردی تھی اور اُسے بہ آسانی پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔ شہر میں ہونے والے ہنگامے اُنہوں نے خود دیکھے تھے۔

''عبرت کا مقام ہے۔'' انور ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور فریدی اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ انور کہتا رہا۔ ''بات ایک فلمی اداکار کی موت سے شروع ہوئی تھی۔''

''یہی ہوتا ہے۔'' فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔ ''کوئی معمولی سی بات کسی بہت بڑے حادثے کا شاخسانہ بن جاتی ہے۔ اگر پٹاری کی پہاڑیوں پر وہ واقعہ نہ ہوتا تب بھی یہی ہونا تھا۔ بات کسی اور طرح شروع ہوتی اور ہم اس مرحلے سے ضرور گزرتے۔''

''آخر وہ چاہتے کیا ہیں؟''

''تم کئی بار یہ سوال کر چکے ہو، اور میں سوچ رہا ہوں کہ تم کیسے صحافی ہو۔ اتنی سی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ لوگ عوام کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ موجودہ حکومت ناکارہ ہے۔ وہ اتنا بھی نہیں کرسکتی کہ شہریوں کو جان و مال کا تحفظ دے سکے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ پولیس پر کس بُری طرح پتھراؤ کیا جاتا ہے۔''

انور سیدھا ہو بیٹھا۔ آنکھیں پھاڑے فریدی کو دیکھے جا رہا تھا۔

فریدی کسی قدر توقف کے ساتھ بولا۔ ''حمید کی آواز میں اس اعلان کے بعد سے حالات مزید خراب ہو گئے ہیں۔ اس سے اُن کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ میں کہیں غائب نہیں ہوا بلکہ خود بھی اُن کا ساتھ دے رہا ہوں۔ دوسری طرف محکمے نے ہمیں مفرور قرار دے کر اُن لوگوں کے اس پروپیگنڈے کی توثیق کردی ہے۔

''خدا کی قسم بڑی بھیانک سچویشن ہے۔''

فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اُٹھا لیا۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''بلیک تھرٹین سر۔ آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کوئی اعلان کرنے والے ہیں۔''

''اچھا شکریہ۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا اور انور سے بولا۔ ''ریڈیو آن کردو۔''

تھوڑی دیر بعد وہ آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کا اعلان سن رہے تھے۔

''خواتین و حضرات! ایک ضروری بات آپ تک پہنچانی ہے۔

مجرم یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ قانون کے کچھ محافظ اُن سے مل گئے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے۔ ہمیں علم ہے کہ کرنل فریدی کہاں ہیں اور کیا

کرر ہے ہیں۔ آپ نظم و ضبط قائم رکھئے۔ بینکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں کا تحفظ کیجئے۔ مجرموں کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ شہروں میں ہیجان برپا کر کے لوٹ مار کریں۔ کرنل فریدی کے محکمے کی طرف سے وہ نوٹس واپس لے لیا گیا ہے جو اُن کے خلاف جاری کیا گیا تھا اور کیپٹن حمید کی طرف سے آپ جو اعلان کسی نامعلوم ریڈیو اسٹیشن سے سن رہے ہیں اس کے پیچھے مجرموں کا تشدد کارفرما ہے۔ کیپٹن حمید مجرموں کے قیدی ہیں۔ ایک بار پھر درخواست ہے کہ اپنی صفوں میں نظم و ضبط قائم رکھئے اوور......!''

بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ نشریئے میں خلل اندازی ہوئی اور ڈائریکٹر جنرل کی آواز غائب ہوگئی۔ پھر دوسری آواز اُبھری

''آزاد ریڈیو آپ سے مخاطب ہے۔ یہ سراسر دروغ گوئی ہے کہ کیپٹن حمید ہمارا قیدی ہے۔ اُس نے برضا و رغبت یہ پیغام ریکارڈ کرایا ہے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ اگر کرنل فریدی ہمارے ہاتھ نہ لگا تو پورے ملک میں تباہی پھیلے گی۔ فوج بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ جتنے مہلک ہتھیار ہمارے پاس ہیں آپ کی فوج نے خواب میں بھی نہ دیکھے ہوں گے۔ ہمیں فریدی چاہئے۔ صرف فریدی۔ اس کے علاوہ اور ہمیں کچھ نہیں چاہئے۔ یہ بھی غلط ہے کہ شہر کے ہیجان سے فائدہ اُٹھا کر ہمارے آدمی لوٹ مار کریں گے۔ ہم آپ کو آگاہ کرتے ہیں کہ افراتفری سے فائدہ اُٹھانے والے معمولی لٹیرے اور مجرم ہوں گے۔ آپ اُن پر کڑی نظر رکھیں۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق ہوجائے گی۔ جانی نقصان سے بچنے کے لئے شہر فوراً خالی کر دیجئے۔ عمارتیں ضرور ڈھائی جائیں گی۔ اگر فریدی ہاتھ نہ لگا۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ آخر محض فریدی کے لئے اس قدر ہنگامہ کیوں برپا کیا جارہا ہے؟ بہت جلد آپ کو اس سے بھی آگاہ کردیا جائے گا اور آپ ہمارے شکر گزار ہوں گے۔ بس ہمیں فی الحال اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا۔''

فریدی کی پیشانی پر شکنیں اُبھر آئی تھیں اور انور ہونقوں کی طرح اُس کی شکل تک رہا تھا۔

''بلف......!'' فریدی اُس کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

''میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔''

''سامنے کی بات ہے۔ اب وہ عوام کو فوج سے بھی بددل کرنا چاہتے ہیں۔''

''آخر کیوں؟ وہ کیا چاہتے ہیں۔''

''آخری ٹکڑے پر غور کرو۔ اگر میں اُن کے ہاتھ آجاؤں تو وہ اصل معاملہ عوام پر ظاہر کر دیں گے اور عوام اُن کے شکر گزار ہوں گے۔''

''اس میں کیا رکھا ہے۔''

''احمق! ذہن پر زور دو۔ وہ عوام کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ میں عوام کے خلاف کسی سازش میں ملوث ہوں۔ یعنی میں کسی بڑی طاقت کا ایجنٹ بن گیا ہوں اور دوسری بڑی طاقت عوام کی ہمدردی میں مجھ پر قابو پانا چاہتی ہے۔''

''خدا کی پناہ......!''

''یہ ایک کثیر المقاصد منصوبہ ہے جس کی ابتداء ایک معمولی قتل سے ہوئی تھی اور وہ بھی ایک حربے کا تجربہ کرنے کے سلسلے میں ہوئی تھی۔ پھر وہ اس کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لئے جیرالڈ شاستری والا اسٹنٹ سامنے لائے اور پھر پرچھائیوں کا راز ظاہر ہو جانے کے بعد کھل کر سامنے آ گئے۔ یقین کرو کہ میں اصل معاملے کی تہہ تک پہنچ چکا ہوں لیکن فی الحال یہی ضروری ہے کہ میں اُس جگہ تک پہنچ جاؤں جہاں سے وہ پرندے پرواز کرتے ہیں۔''

فون کی گھنٹی پھر بجی اور فریدی نے ریسیور اُٹھا لیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''بی سلسٹین سر!''

''کیا خبر ہے؟''

''کیپٹن اور پامیلا پھر ڈربی ہاؤز میں داخل ہوئے ہیں۔''

''عمارت کی نگرانی جاری رکھو۔''

''بہت بہتر جناب۔''

''تمہارے ساتھ اور کتنے آدمی ہیں۔''

''دو اور ہیں جناب۔''

''بہت ہوشیاری سے۔'' کہہ کر فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''کوئی خاص خبر......!'' انور نے پوچھا۔

''حمید پھر ڈربی ہاؤز پہنچ گیا ہے اور وہ عورت اُس کے ساتھ ہے۔''

''اگر وہ گروہ سے کٹ گئی تھی تو پھر دوبارہ وہاں کیوں گئی ہے۔''

''کون کہتا ہے کہ وہ گروہ سے کٹ گئی تھی۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ محض فریب تھا اور حمید کے ساتھ پہلے جو آدمی تھا وہ بھی گروہ سے کٹا نہیں ہے۔ ابھی تک صرف ایک ہی فرد گروہ سے علیحدہ ہوا ہے اور اس کیلئے مجھے بڑی محنت کرنی پڑی تھی۔ اوزاکا ایک جاپانی ہے۔''

''کوئی اہم آدمی ہے؟''

''پہلے تو اہم ہی معلوم ہوا تھا لیکن پھر ثابت ہوا کہ اُس کے الگ ہوجانے سے گروہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔''

''کیا اب بھی اُس سے آپ کا رابطہ ہے؟''

''ہاں...... میں نے اُس سے رابطہ رکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کسی مرحلے پر اُس کی ضرورت پیش آجائے۔''

''اور وہ بھی اُس جگہ کی نشاندہی نہیں کرسکا۔''

''نہیں......!''

''اسٹیل ملز کے بارے میں کیا خیال ہے۔'' انور نے پوچھا۔

''ہوسکتا ہے اُن پرندوں کے ڈھانچے وہیں ڈھالے گئے ہوں لیکن وہ وہاں سے پرواز نہیں کرتے۔ وہاں کا چپہ چپہ دیکھ لیا گیا ہے۔''

''تب پھر اُس جگہ کی تلاش کرلینا آسان نہ ہوگا۔''

''میرے پاس صرف دو دن ہیں۔ اگر اس دوران میں اُس جگہ کی تلاش کر کے تباہ نہ کردیا گیا تو......'' فریدی جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگیا۔ انور سگریٹ سلگانے لگا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر فریدی اتنے اطمینان سے کیوں بیٹھا ہوا ہے۔ کیا اُسے کسی معجزے کا انتظار ہے۔ آخر دو دن میں یہ مرحلہ کیسے طے ہوگا اور پھر وہ اس کے بارے میں سوال بھی کر بیٹھا۔

''اُن کی پسپائی کی سمت کا تعین کر لیا گیا ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''محض سمت کا تعین کیا گیا ہے۔''

''ایک منزل تو آسان ہوئی اور یہ بھی اُسی وقت ہو سکا ہے جب اُن سے روشنی خارج ہوئی ہے۔ روشنی خارج کرنے کے بعد وہ فلائنگ ڈیوائیس اپنے پیچھے فضا میں ایک لکیر چھوڑتی چلی جاتی ہے جسے صرف انفرا ریڈ شعاعوں کی مدد سے دیکھا جا سکتا ہے۔ فوج کے فضائی تحقیق کے یونٹ نے اس سلسلے میں خاصی معلومات فراہم کر لی ہیں۔''

''اور آپ کا اس سے رابطہ ہے۔''

''یقیناً..... آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل نے اپنے اعلان میں غلط بیانی نہیں کی تھی۔''

''تب تو بات شاید بن جائے۔''

''میں نا اُمید نہیں ہوں۔''

''لیکن انفرا ریڈ شعاعوں کی کیسے سوجھی۔''

''تم کیا سمجھتے ہو۔ ہمارے یہاں بہترین دماغوں کی کمی نہیں ہے۔ اگر وسائل ہوں تو ہم بھی کسی سے پیچھے نہیں رہ سکتے۔''

لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ محض سمت معلوم ہونے سے کیا ہوتا ہے جب تک فاصلے کا تعین بھی نہ کر لیا جائے۔

''سمت وہی تھی جو یہاں سے پٹاری کے جنگلوں کی ہے۔''

''اب ہوئی نا بات..... لیکن پٹاری سے آگے کا بھی معاملہ ہو سکتا ہے۔''

''دیکھیں گے..... اب اُٹھو..... اس کمرے میں جاؤ جو وردی جسم پر فٹ آئے پہن لو۔''

''کک..... کیا مطلب.....؟''

''تم کیپٹن کی وردی میں ہو گے اور میں معمولی سپاہی کی وردی میں۔''

''کمال ہے..... کرنل کی وردی میں کیوں نہیں؟''

''بحث مت کرو۔''

انور چپ چاپ اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد دونوں باہر نکلے تھے۔ فریدی نے کاندھے سے رائفل لٹکا رکھی تھی۔

اُن کی گاڑی شہر کے باہر نکل آئی تو انور نے پوچھا۔ ''ہم کدھر جا رہے ہیں؟''

''لمبا سفر ہے۔''

''اُسی سمت جدھر وہ آہنی پرندے پرواز کرتے ہیں۔'' انور نے پوچھا۔

''ہاں، یہی سمجھ لو۔''

''صرف ہم دونوں۔''

''تم بہت خائف معلوم ہوتے ہو۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ وہ خود ہی جیپ ڈرائیو کر رہا تھا اور انور اُس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔

''خائف نہیں ہوں، مجھے صرف تشویش ہے۔''

''فکر نہ کرو جنگل میں منگل دیکھو گے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''پٹاری کی پہاڑیوں کے آس پاس فوج موجود ہے۔''

''تو کیا اس طرح وہ ہوشیار نہ ہو جائیں گے۔''

''نہیں، اگر پٹاری کی پہاڑیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا تو ضرور ہوشیار ہو جاتے۔ اب تو ہماری بے وقوفی پر ہنس رہے ہوں گے۔''

''میں نہیں سمجھا......؟''

''پہاڑیوں میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہاں انہوں نے صرف تجربہ کیا تھا۔''

جیپ تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی رہی۔ انور نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور فریدی بھی کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا پٹاری کی طرف جانے سے قبل ہم ایک جگہ رک کر ایک فلم دیکھیں گے۔

''انہیں معاملات سے متعلق......!''

''ظاہر ہے۔''

دفعتاً اُس نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور انور کو کچھ کاغذات دیتا ہوا بولا۔ ''انہیں اپنے پاس رکھو۔ یہ کیپٹن انور کے کاغذات ہیں۔ کہیں ضرورت پڑنے پر تمہیں صرف یہ کاغذات دکھانے ہوں گے۔ تم سے کچھ پوچھا نہیں جائے گا۔''

''چلئے جھوٹ موٹ سہی۔ کیپٹن بنا تو نصیب ہوا۔''

''اب ہم جہاں جا رہے ہیں کاغذات دکھائے بغیر اندر داخل نہیں ہو سکیں گے۔''

''میں سمجھ گیا۔''

جیپ پھر حرکت میں آ گئی۔ انور سوچ رہا تھا کہ آخر وہ فلم کس نوعیت کی ہو گی۔

ٹھیک اُسی وقت فریدی بولا۔ ''شاید تم فلم کے بارے میں سوچ رہے ہو۔''

''قدرتی بات ہے جناب۔''

''طیارے سے لی ہوئی اُنہیں لکیروں کی تصاویر ہیں۔''

''کیا وہ اتنی واضح ہوں گی کہ کارآمد ثابت ہوں۔''

''یہی تو دیکھنا ہے۔''

جیپ کینٹونمنٹ علاقے میں داخل ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک عمارت کے سامنے رک گئی جس کے پھاٹک پر دو فوجی پہرہ دے رہے تھے۔

کاغذات دکھا کر وہ اندر داخل ہوئے۔ اسکے بعد بھی مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے ایک ایسے کمرے میں پہنچے جو اپنی ہیئت کے اعتبار سے پروجیکشن روم ہی معلوم ہو رہا تھا۔

یہاں کئی افراد موجود تھے۔ انور نے محسوس کیا کہ سارے کام بے حد خاموشی سے ہو رہے ہیں۔ کسی نے ابھی تک کوئی غیر ضروری اور فالتو بات نہیں کی تھی۔

کمرے میں اندھیرا کر دیا گیا اور پروجیکٹر چلنے کی ہلکی سی آواز محدود فضا میں گونجنے لگی۔ سامنے اسکرین روشن ہو گیا تھا جس پر زمین کے فضائی جائزے کی متحرک تصویر نظر آنے لگی تھی۔

پھر چار متوازی لکیریں نظر آئیں جو کیمرے سے بہت قریب تھیں۔ یہ لکیریں ایک جانب بڑھتی رہیں۔ پھر ایک جگہ زاویہ قائمہ بناتی ہوئی زمین کی طرف مڑ گئیں۔

اب چاروں لکیریں زمین کی جانب جا رہی تھیں اور کیمرہ اُن سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ پھر یک بیک چاروں لکیریں غائب ہو گئیں۔ فلم چلتی رہی۔ یہاں طیارے نے چکر لگایا تھا اور کیمرے کو پھر اُسی جگہ مرکوز کر دیا گیا تھا جہاں لکیریں غائب ہوئی تھیں۔

فریدی نے وہ فلم کئی بار دیکھی اور مختلف مراحل پر اُسے ''فریز'' کر کے

دوران میں سامنے رکھے ہوئے کاغذ پر ایک نقشہ بھی بناتا رہا تھا۔

انور خاموشی سے سب کچھ دیکھتا رہا۔ پروجیکشن روم میں روشنی ہو جانے کے بعد فریدی اُٹھ گیا۔ دونوں باہر آئے اور جیپ میں بیٹھتے وقت فریدی بولا۔ ''فی الحال پٹاری کی طرف نہیں جارہے۔ اس فلم نے مزید کچھ سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔''

انور کچھ نہ بولا۔ جیپ اُدھر مڑگئی جدھر سے آئی تھی۔ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ فریدی نے ریسیور کا سوئچ آن کردیا۔

سپر بی کے نام کی کال ہو رہی تھی۔

''اِٹ از سپر بی۔'' فریدی نے کہا۔

''بی الیون سر! کوڈڈ میسج......!''

''چند سیکنڈ ٹھہرو۔'' فریدی نے کہا اور جیپ سڑک کے کنارے روک دی۔ ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے نوٹ بک اور پنسل نکالی اور بولا۔ ''ہیلو...... بی الیون۔''

''یس سر!'' ریسیور سے آواز آئی۔

''ڈکٹیٹ......!''

ریسیور سے کوڈڈ پیغام سنائی دیتا رہا۔ نوٹ بک کے صفحے پر فریدی کی پنسل تیزی سے چل رہی تھی۔ آخر کار ریسیور سے آواز آئی۔ ''اُوور اینڈ آل۔''

''ایکنالجڈ......!'' کہہ کر فریدی نے ریسیور کا سوئچ آف کردیا۔

کسی قدر اندھیرا پھیل گیا تھا۔ اُس نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی اور اُسے الیکٹرک پول کے قریب لے جاکر انجن بند کردیا۔ اب وہ اُس پیغام کو ڈی کوڈ کررہا تھا۔

''جیروم پر برابر نظر رکھی جارہی ہے۔ آج وہ دن بھر اُسی گاڑی میں پھرتا رہا جسے اس عمارت سے لایا تھا جہاں کیپٹن حمید اور پامیلا مقیم تھے۔ گاڑی غیر معمولی نوعیت کی معلوم ہوتی ہے۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے اُس نے اُسے سعد آباد والے کرائے کے گیراجوں میں سے ایک میں بند کیا ہے۔ گیراج نمبر تیرہ۔ ایک بار پھر گزارش ہے کہ گاڑی غیر معمولی ساخت کی ہے۔ گاڑی چھوڑ کر وہ پیدل ہی اُس عمارت تک گیا ہے جہاں اُس کا قیام ہے۔''

فریدی نے ڈی کوڈ کئے ہوئے پیغام کو ایک بار پھر پڑھا اور نوٹ بک سے دونوں ورق

نکال کر اُن کے پرزے پرزے کر دیئے۔

جیپ پھر آگے بڑھی اور انور نے کہا۔ ''سپر بی سے کیا مراد ہے۔''

''مخصوص شناختی لفظ۔''

''غالباً بلیک فورس سے متعلق ہے۔ کیا آپ اسکے بارے میں کبھی کچھ نہ بتائیں گے؟''

''کسی اخبار کے رپورٹر کو تو ضرور بتاؤں گا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ میں نے آپ کی مرضی کے خلاف کوئی رپورٹنگ کی ہو۔''

''چھوڑو اس قصے کو۔ بہتیرے معاملات صرف میری ذات تک محدود ہیں۔ بلیک فورس کے بارے میں حمید بھی کچھ نہیں جانتا۔''

حمید سنک گیا تھا۔ کسی طرح بھی پامیلا کی بات ماننے پر تیار نہیں تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اب اُن کا قیام ڈربی ہاؤز ہی میں ہو لیکن وہ ایک نہیں سن رہا تھا۔

''اگر وہ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ میں اُن کا قیدی ہوں تو اُنہیں منہ کی کھانی پڑے گی۔'' وہ پیر پٹخ کر دھاڑا۔

''ہم اپنی مرضی سے یہاں آئے ہیں۔ تم یہ کیوں بھول جاتے ہو۔'' پامیلا بولی۔

''ہمارا رخ پرچھائیوں نے شہر کی جانب موڑا تھا۔''

''تو ہم وہاں بھی واپس جاسکتے تھے جہاں ہم مقیم تھے۔''

''میں وہیں جانا چاہتا ہوں۔ یہاں نہیں رکوں گا۔ تم یہاں قیام کرنا چاہتی ہو تو یہیں ٹھہرو۔''

''آخر تم اتنے چڑ چڑے کیوں ہو رہے ہو؟''

''غیر ضروری باتیں نہیں۔'' حمید ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

''واقعی بے حد بدمزاج ہو گئے ہیں لیکن اب میں یہاں تنہا نہیں رہ سکتی۔''

''تو پھر چلو......؟''

''وہ دونوں باہر نکلے اور پھر وہ اسپورٹ کار نکالی جس سے حمید گریز کرتا رہا تھا لیکن اب صحیح پوزیشن سے آگاہ ہوجانے کے بعد اُسے اس کی بھی پرواہ نہیں تھی۔''

بہرحال وہ اُسی عمارت میں واپس آگئے جہاں اُن کا قیام تھا۔

''یہاں تمہارا حیرت انگیز کمپیوٹر نہیں ہے لہٰذا میں بور ہونے سے محفوظ رہوں گا۔''

''کبھی کبھی اول درجے کے بے وقوف بھی معلوم ہونے لگتے ہو۔''

''کبھی کبھی کے تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ ہمہ وقتی بے وقوف کہہ سکتی ہو۔''

''میرا خیال ہے کہ اب تمہارے پاس کہنے کو کچھ نہیں رہا۔ اس لئے خاموش ہی رہو۔''

ٹھیک اُسی وقت کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا تھا۔ گھنٹی کی آواز سے کمرے گونج اُٹھے۔

''یہاں کون آئے گا۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''دیکھو جا کر کون ہے؟''

حمید برآمدے میں آیا اور جیروم کو سامنے کھڑا دیکھ کر متحیر رہ گیا۔

''تت......تم......!''

''دیکھو آخر میں نے پتہ لگا لیا کہ نہیں۔'' وہ اُس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر بولا۔ ''تم مجھ سے بھاگتے پھر رہے ہو۔ خوب سمجھتا ہوں۔ تمہیں ڈر ہے کہ کہیں تمہاری عورت کو نہ ہتھیا لوں۔''

''شکل دیکھی ہے اپنی۔''

جیروم اُسی میک اپ میں تھا جس پر حمید نے کئی دن پہلے اپنا خاصا وقت صرف کیا تھا۔ آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔

''میں اس وقت تم سے بہت ضروری باتیں کرنے آیا ہوں لیکن پہلے تم سنجیدہ ہوجاؤ۔''

''سوال تو یہ ہے کہ تم یہاں پہنچے کس طرح؟''

''اُس وقت سے تمہارا تعاقب کر رہا ہوں جب تم دونوں یہاں سے نکل کر ویرانے کی طرف گئے تھے اور پھر شہر کی طرف پلٹ پڑے تھے۔''

''شہر پہنچ کر ہم کہاں گئے تھے؟'' حمید نے سوال کیا۔

''ڈربی ہاؤز......؟''

''کیا تم وہ باتیں اُس عورت کی موجودگی میں کرو گے۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''حالانکہ وہ بھی تمہاری ہی طرح تنظیم سے برگشتہ ہو چکی ہے۔''

''مجھے اس میں شبہ ہے۔''

''چلو......اان پر نکل چلو۔''

''نہیں اُسے یہیں چھوڑ کر میرے ساتھ باہر چلو۔''

''اُسے مطلع تو کر دوں۔''

''نہیں جان کو پٹ جائے گی۔ خود بھی ساتھ چلے گی۔''

''میں اُسے ساتھ لئے بغیر نہیں جاؤں گا اور تم نے یہاں آ کر غلطی کی ہے ہماری نگرانی ہو رہی ہے۔''

''نہیں......!'' جیروم اچھل پڑا۔ یک بیک خوف زدہ نظر آنے لگا تھا۔

''تو تمہیں اس کی خبر نہیں ہے کہ ہم دونوں اُن کے آزاد قیدی ہیں۔ یعنی اُن کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ وہ جب چاہیں ہمیں مار ڈالیں۔''

''میں کیا جانوں۔''

''حالانکہ تمہیں اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔''

''کہاں کی ہانک رہے ہو۔''

''وہ رات یاد کرو جب ہم دونوں پکڑے گئے تھے۔ پکڑے گئے تھے اور اُن کی قید سے فرار بھی ہو گئے تھے۔ کیا ہم اپنی کوشش سے فرار ہوئے تھے۔''

''قطعی اپنی کوشش سے فرار ہوئے تھے۔''

''ہرگز نہیں۔ انہوں نے مجھے محض اس لئے پکڑا تھا کہ میری گھڑی میں پرچھائیں کا ریسیور رکھ دیں۔''

''ہوسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے۔'' وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ بیحد خوفزدہ نظر آنے لگا

تھا۔ پھر وہ برآمدے سے کمرے میں داخل ہوگیا۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے چھپ جانے کے لئے کوئی مناسب سی جگہ تلاش کررہا ہو۔

''تم جہاں تھے وہیں تمہارا رہنا مناسب تھا۔'' حمید نے کہا جو اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ بہرحال وہ اُسے نشست کے کمرے میں لایا جہاں پامیلا اُس کی واپسی کی منتظر تھی۔

حمید اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ دونوں ہی اُسے بے وقوف بنا رہے ہیں لہٰذا وہ خود عقلمند نہیں بننا چاہتا تھا۔ چاروں طرف سے گھر کر رہ گیا تھا اور یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اب فریدی کے آدمیوں کی نظر میں بھی ہے یا نہیں۔

اُس نے احمقانہ انداز میں پامیلا اور جیروم کا تعارف کرایا اور پھر اچانک اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ پہلے بھی کبھی اس مرحلے سے گزر چکا ہو۔ بڑا عجیب سا احساس تھا جیسے کبھی ایسا ہی کوئی خواب دیکھا ہو لیکن وہ فوری طور پر اس احساس کو معنی نہ پہنا سکا۔

''یہ بھی تنظیم کا ایک معتوب ہے۔'' اُس نے پامیلا سے کہا۔

''سنو......!'' دفعتاً وہ بگڑ کر بولی۔ ''میں اب کسی پر بھی اعتماد نہیں کرسکتی۔''

''اُوہو......آدمیت کے جامے میں رہو۔'' حمید بولا۔

''تم اسے یہاں کیوں لائے ہو۔''

''میں نہیں لایا......خود آیا ہے۔''

''اس کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں ہیں۔''

''اسی سے پوچھ لو۔''

''محترمہ آپ خواہ مخواہ خفا ہو رہی ہیں۔'' جیروم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''ہم دونوں خاصے عرصے تک ساتھ رہے ہیں پھر میں نے محسوس کیا کہ یہ مجھے چھوڑ بھاگنا چاہتا ہے۔ لہٰذا میں اس کا تعاقب کرنے لگا۔''

''اس میں سچائی کتنے فیصد ہے۔''

''میں جھوٹ نہیں بول رہا۔''

''تب پھر تم اس کے چیف کے ٹھکانے سے بھی واقف ہوگے۔'' پامیلا نے اُسے

گھورتے ہوئے کہا۔

''کون چیف کیسا چیف۔ یہ بھی تو تنظیم ہی کا معتوب ہے۔''

حمید نے پامیلا کو آنکھ ماری۔ گویا اُسے اس معاملے میں خاموش رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

''یہ کسی چیف کی بات کر رہی ہیں عدنان خلیلی۔ کیا ہم میں سے کوئی اپنے چیف کی شخصیت سے واقف ہے۔''

''وہ کوئی اور بات تھی۔ تم نہیں سمجھ سکو گے۔''

''خیر...... مجھے کیا۔ میں تو اس وقت ایک تجویز لے کر تمہارے پاس آیا ہوں، اگر تمہاری سمجھ میں آ جائے تو اس پر عمل کرنا ورنہ میں نے خود جس امر کا تہیہ کیا ہے اُسے کر گزروں گا۔''

''بیٹھ جاؤ اور اطمینان سے گفتگو کرو۔'' حمید نے کہا۔ پامیلا بدستور بُرا سا منہ بنائے بیٹھی رہی۔

جیروم ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''میں اس شہر سے بھاگ رہا ہوں۔ تنظیم کا پھیلاؤ پورے ملک میں نہیں ہے۔ انہوں نے صرف دارالحکومت کو گھیر رکھا ہے۔''

حمید نے قہقہہ لگایا اور ہنستا ہی رہا۔ اس پر جیروم بھنا کر بولا۔ ''آخر اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔''

''اسے بتاؤ۔'' حمید نے پامیلا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''تم خود ہی بتا دو۔ میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔''

''ارے احمق! ہم نے بھی بھاگنے کی کوشش کی تھی لیکن ایک پرچھائیں ہمیں پھر شہر کی طرف دوڑا لائی۔'' حمید کراہتا ہوا بولا۔ غالباً ہنسی روکنے کی کوشش میں کراہیں نکلنے لگی تھیں۔

جیروم منہ کھولے سنتا رہا پھر بولا۔ ''میں نے تو کوئی پرچھائیں نہیں دیکھی تھی۔''

''تم ہم سے اتنے فاصلے پر تھے کہ نہ دیکھ سکے ہو گے۔''

''لیکن اب تو رات ہو گئی ہے۔ پرچھائیوں سے کوئی خطرہ نہیں ہے اور تم نے ابھی پوری بات کہاں سنی ہے۔'' جیروم نے کہا اور پامیلا کی طرف دیکھنے لگا جس نے شائد بیزار ہو کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ جیروم نے حمید کو دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا۔

حمید نے بھی کنکھیوں سے پامیلا کی طرف دیکھا اور جیروم کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا آیا۔

''ان کی ایک حیرت انگیز کار پر میں نے قبضہ کرلیا ہے۔'' جیروم آہستہ سے بولا۔

''کس اعتبار سے حیرت انگیز ہے وہ گاڑی۔''

''پوری دنیا کا سفر کرڈالو لیکن ایک قطرہ پٹرول کی بھی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ بیٹریوں سے چلتی ہے جنہیں دو جنریٹر مسلسل چارج کرتے رہتے ہیں۔''

''اچھا تو پھر......!''

''ہم جدھر چاہیں نکل جائیں گے ورنہ ہوسکتا ہے کہ دو دن بعد کسی عمارت کے ملبے میں دفن ہو جائیں۔''

''بات تو ٹھیک ہے لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ ہم شہر سے نکل ہی جائیں گے۔''

''کوشش تو کر دیکھیں۔''

حمید دل ہی دل میں اس سچویشن پر ہنس پڑا۔ عجیب بے چارگی تھی۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ جیروم فراڈ ہے لیکن یہ بات اُس کے منہ پر نہیں مار سکتا تھا۔ فائدہ بھی کیا ہوتا۔ یہی صورت پامیلا کے ساتھ بھی تھی۔

''پامیلا سے پوچھے بغیر میں کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتا۔''

''اُسے جہنم میں جھونکو۔''

''اتنی خوب صورت عورت کو میں جہنم میں نہیں جھونک سکتا۔''

''مجھ سے پہلے سے تم اسے نہیں جانتے۔'' جیروم نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''تم اپنی بات نہ کرو۔ نہ مستانی چال چلتے ہو اور نہ دل لوٹنے والی مسکراہٹ کے مالک ہو۔''

''مارے جاؤ گے۔ دیکھ لینا۔'' وہ اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

بالآخر یہ تجویز پامیلا کے سامنے پیش کی گئی۔ پہلے تو اُس کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئی تھیں جن سے ناگواری کا احساس مترشح ہوتا تھا لیکن پھر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہنے کے بعد بولی۔ ''اچھی بات ہے۔ ایسا بھی کر دیکھتے ہیں۔''

حمید کو پھر کھوپڑی سہلانی پڑی۔ لیکن اب تو خود اپنی ہی تجویز کے جال میں پھنس گیا

تھا۔ اُسے توقع نہیں تھی کہ پامیلا اس پر آمادہ ہو جائے گی۔

روانگی سے پہلے حمید نے ایک رائفل نکالی۔ کارتوسوں کے کئی پیکٹ پتلون اور جیکٹ کی جیبوں میں ٹھونسنے لگا۔

''یہ کیا کر رہے ہو۔'' پامیلا نے کہا جو اُس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''کیا تمہیں اس پر اعتراض ہے۔''

''یقیناً اعتراض ہے۔ تم مجھے ابھی سے سہائے دے رہے ہو۔''

''خالی ہاتھ نہیں چل سکتا۔''

''بے وقوفی کی باتیں نہ کرو۔ ملٹری پورے شہر میں گشت کر رہی ہے اور تم اُن پر اپنی اصلیت بھی ظاہر نہ کر سکو گے۔''

''تم اس کی فکر نہ کرو۔''

''تمہاری وجہ سے ہم بھی خطرے میں پڑیں گے۔''

اس وقت جیروم یہاں موجود نہیں تھا وہ اُسے سٹنگ روم ہی میں انتظار کرنے کو کہہ آئے تھے۔ بحث طول پکڑ گئی اور آخر کار وہ جیروم کو بھی وہیں بلا لائی۔

''ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں یہ خاتون۔'' جیروم نے حمید سے کہا۔ ''رائفل کی بجائے ریوالور بہتر رہے گا۔''

''ریوالور بھی ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''لیکن اُس سے ہم دور کا نشانہ نہیں لے سکیں گے۔''

''اُوہ تو کیا تمہیں علم نہیں کہ پرچھائیوں والی فلائینگ ڈیوائیسز کے لئے رائفل بے کار ہو چکی ہے۔''

''مجھے علم ہے۔ اس کے باوجود بھی میں رائفل ضرور ساتھ رکھوں گا۔ ورنہ جانا ہی نہیں تمہارے ساتھ۔''

''بہت ضدی ہے۔'' پامیلا جیروم کی طرف دیکھ کر بولی۔

''ہمیں بھی مصیبت میں ڈالو گے لیکن میں تمہیں تنہا بھی نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ تمہارا احسان مند ہوں اور اب دنیا میں میرا تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے؟'' جیروم کی آواز گلوگیر ہوگئی۔

''وہ گاڑی کہاں ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''کرائے کے ایک گیراج میں بند کر آیا ہوں۔'' جیروم نے کہا اور حمید کو اُس علاقے کے بارے میں بتانے لگا جہاں وہ گیراج واقع تھا۔

حمید سمجھ گیا کہ وہ سعد آباد والے کرائے کے گیراجوں کا ذکر کر رہا ہے۔ یہاں سے خاصا فاصلہ تھا۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے اپنی ہی کوئی گاڑی استعمال کرنی پڑتی۔

اس نے پامیلا سے کہا۔ ''اس وقت تمہاری گاڑی استعمال نہیں کی جائے گی۔''

''مت کرو۔ اپنی فوکسی لے چلو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

حمید نے فوکسی گیراج سے نکالی اور وہ سعد آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ حمید ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ پامیلا برابر والی سیٹ پر تھی اور جیروم پچھلی نشست پر تھا۔ راستے بھر وہ خاموش رہے۔ گیراج کے قریب پہنچ کر جیروم نے کہا۔ ''تم اپنی گاڑی یہیں چھوڑ دینا۔ میں نے ایک ماہ کا پیشگی کرایہ ادا کر دیا ہے۔''

''تم رات کو بھی تاریک شیشوں کی عینک استعمال کرتے ہو مسٹر جیروم۔'' پامیلا نے سوال کیا۔

''میری آنکھیں بہت حساس ہیں۔ زیادہ روشنی برداشت نہیں کر سکتیں۔''

پامیلا پھر کوئی سوال کرتے کرتے رک گئی۔ حمید نے گاڑی روک دی تھی۔ پامیلا اور جیروم اُتر گئے حمید گاڑی ہی میں بیٹھا رہا۔

جیروم نے گیراج کا دروازہ کھول کر گاڑی نکالی اور گاڑی پر نظر پڑتے ہی حمید کے ذہن میں پھر جھماکا سا ہوا۔ پتا نہیں کیوں اسے محسوس ہونے لگا تھا جیسے اس سے پہلے بھی وہ کہیں اُس گاڑی کو دیکھ چکا ہے۔ پھر وہی خواب کا سا تاثر ذہن پر طاری ہونے لگا اور پھر وہ ایسی ہی خلش میں مبتلا ہو گیا تھا جیسے کوئی خواب یاد آتے آتے رہ جائے۔

''کیا سوچ رہے ہو۔'' دفعتاً جیروم نے اُسے آواز دی۔ ''اپنی گاڑی گیراج میں لیجاؤ۔''

حمید چونک پڑا اور انجن اسٹارٹ کر کے اُس گاڑی کے قریب سے گزرتے ہوئے رائفل پامیلا کو تھما دی جو فوراً ہی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دی گئی تھی۔

فوکسی کو گیراج میں کھڑی کر کے وہ اُتر آیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ کیا ان لوگوں کے ساتھ اس طرح نکل کھڑے ہونا مناسب ہوگا۔ پتا نہیں اس کی

اصل اسکیم کیا ہے۔

دفعتاً جیروم گیراج میں داخل ہوا اور اُس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا۔ ''تم پھر کچھ سوچنے لگے۔ جلدی کرو۔ بڑی مشکل سے تعاقب کرنے والوں سے پیچھا ہی چھڑا سکا ہوں۔ کیوں میری محنت برباد کراؤ گے۔''

''چلو......چلو......!'' حمید نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

جیروم نے شٹر اُٹھا کر قفل ڈالا اور وہ گاڑی کے قریب آ کھڑے ہوئے اور جیروم بولا۔

''تینوں آگے ہی بیٹھیں گے۔ سیٹ خاصی کشادہ ہے۔''

خود اس نے اسٹیئرنگ سنبھالا تھا۔ حمید کو اپنے برابر بٹھاتے ہوئے پامیلا کو دوسرے کنارے پر بیٹھنے کو کہا اور پھر گاڑی حرکت میں آ گئی۔ حمید گاڑی کے ڈیش بورڈ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جا رہا تھا۔ ذہن میں پھر یادوں کے جھماکے سے ہوئے تھے کب اور کہاں ایسا ہی کوئی واقعہ پیش آیا تھا۔ پامیلا اُسے کنکھیوں سے دیکھتی رہی۔ پھر اچانک بولی۔ ''یہ تمہیں چپ کیوں لگ گئی ہے۔ کیا ڈر رہے ہو۔''

''نہیں۔'' حمید چونک کر بولا۔ ''نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے یہ گاڑی میرے لئے نئی نہ ہو۔ لیکن یہ نہیں یاد پڑتا کہ کہاں دیکھی تھی۔''

''ہوسکتا ہے کہیں دیکھی ہی ہو۔ آخر اسی شہر میں تو رہی ہے۔'' جیروم بولا۔

''ان باتوں میں سر کھپانے کی بجائے اس پر نظر رکھو کہ کہیں تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔'' پامیلا نے کہا۔

''تم ہی رکھو نظر......میں تو اونگھنے کے موڈ میں ہوں۔'' حمید بولا۔

''واقعی بے حد چڑچڑے ہو رہے ہو۔ پتا نہیں تمہیں کیا ہو گیا ہے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ گاڑی بے آواز چل رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے فضا میں پرواز کر رہی ہو۔

جلد ہی وہ شہری آبادی سے باہر نکل آئے۔ اس وقت نیشنل ہائی وے پر سامان سے لدے ہوئے ٹرکوں کی حکمرانی تھی اس لئے اندازہ بے حد مشکل تھا کہ اُن کا تعاقب کیا جا رہا ہے یا نہیں۔

تھوڑی دیر بعد جیروم کراہتا ہوا بولا۔ ''پتا نہیں کیوں میرے پیٹ میں اینٹھن سی ہو رہی ہے۔''

''گاڑی روکو اور سڑک کنارے کہیں بیٹھ جاؤ'' حمید تڑ سے بولا۔

''اوہ...... اُس قسم کی اینٹھن نہیں ہے۔''

''پھر بتاؤ۔ ہم تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں۔''

''تم میں سے کوئی اس کی ڈرائیونگ کا طریقہ سمجھ لے۔ میں تھکا ہوا ہوں پچھلی سیٹ پر آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' جیروم نے آہستہ سے کہا۔

''میرے بس سے تو باہر ہے۔'' پامیلا نے کہا۔

''مجھے بتاؤ۔'' حمید بولا۔

''سڑک سے ہٹنا پڑے گا۔'' جیروم نے کہا۔

''ادھر تو کوئی ایسی جگہ نہیں دکھائی دیتی۔''

''تو اب دھیان دینا۔ جہاں ایسی کوئی جگہ دکھائی دے مجھے آگاہ کر دینا۔'' جیروم نے کہا اور بدستور ڈرائیونگ کرتا رہا۔

پھر ایک جگہ حمید نے رفتار کم کرنے کو کہا۔ بائیں جانب ایک لق و دق میدان تھا۔

''بائیں جانب یہیں سے موڑ لو۔''

گاڑی میدان میں اُتر گئی اور حمید نے اُسے سڑک سے دور لے جانے کا مشورہ دیا۔

''یہ کیوں؟ سڑک کے قریب ہی کیوں نہ رہیں۔'' پامیلا بولی۔

''سارے ٹرک سڑک پر رک جائیں گے۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''گاڑی کے سسٹم کو سمجھنے کے لئے اندر روشنی کرنی پڑے گی پھر دو مرد اور ایک عورت پر نظر پڑتے ہی وہ یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہو جائیں گے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔''

''اُوہ......!'' وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ''ٹھیک ہے۔''

گاڑی دور تک چلی گئی۔ پھر حمید نے روکنے کو کہا۔ انجن بند کر کے اندر کی لائٹ جلا دی گئی اور جیروم نے ہدایات دینی شروع کیں اور حمید سوچنے لگا آخر چکر کیا ہے۔ اُس نے پہلے

بھی جیروم کو گاڑی اسٹارٹ کرتے دیکھا تھا۔ لیکن اُس نے وہ بٹن نہیں دبایا تھا جسے اب دبانے کو کہہ رہا تھا۔

ایک بار پھر اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے ان حالات سے پہلے بھی کبھی گزر چکا ہو۔

وہ پشت گاہ سے ٹک کر باہر اندھیرے میں گھورنے لگا۔ دفعتاً جیروم اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''کیا بات ہے۔ تم کیا سوچنے لگے۔''

''میری سمجھ میں نہیں آیا...... اسٹارٹ کر کے دکھاؤ۔''

''ارے یہ بٹن۔ کیا تم اسے دبا کر اسٹارٹ نہیں کر سکتے۔''

''دبا کر دکھاؤ۔''

''کیا ہو گیا ہے تمہیں۔''

''میرا سر چکرا رہا ہے۔''

''اچھا تو کچھ دیر آرام کر لو۔''

''تمہارے پیٹ میں اینٹھن ہو رہی ہے اور اس کا سر چکرا رہا ہے۔'' پامیلا بھنا کر بولی۔ ''تو پھر نکلے ہی کیوں تھے۔''

''کیا فرق پڑتا ہے کچھ دیر آرام کر لیں۔''

''سوال تو یہ ہے کہ تم یہ بٹن خود کیوں نہیں دبا رہے۔'' حمید سیدھا ہو کر بیٹھتا ہوا بولا۔ اس کا داہنا ہاتھ بغلی ہولسٹر پر پہنچ گیا تھا۔ ٹھیک اُسی وقت کوئی سخت سی چیز بائیں پہلو سے چبھی اور ساتھ ہی پامیلا کی سرگوشی سنائی دی۔ ''ہاتھ ہٹاؤ ہولسٹر سے ورنہ فائر کر دوں گی۔''

حمید نے طویل سانس لی اور داہنا ہاتھ زانو پر رکھ لیا۔ اچانک گاڑی کے نیچے دھماکا ہوا اور وہ بائیں جانب جھک گئی۔

''ٹ...... ٹائر...... فلیٹ ہوا ہے۔'' پامیلا بوکھلا کر بولی۔ ساتھ ہی حمید کے بائیں پہلو پر پڑنے والا دباؤ مفقود ہو گیا۔

اُدھر جیروم دروازہ کھول کر باہر کود گیا تھا۔ اس کے بعد اچانک وہ کئی گاڑیوں کے ہیڈ لیمپوں کی روشنی میں نہا گئے۔ کئی گاڑیاں مختلف اطراف سے ان کی جانب بڑھی آ رہی تھیں۔ پامیلا نے بھی دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اُتر جانا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ حمید کی

گرفت میں تھی اور اس کا اعشاریہ دو پانچ کا پستول نیچے گر گیا تھا۔

''یہ...... یہ کیا کر رہے ہو۔'' وہ مچلی۔

''اگر یہ تمہارے ساتھی ہی ہوئے تو سب سے پہلے تمہیں مرنا پڑے گا۔''

مختلف سمتوں سے آنے والی گاڑیاں اُنہیں گھیرے میں لئے ہوئے رک گئیں۔

''خبر دار کوئی جنبش نہ کرے۔ گاڑی رائفلوں کی زد پر ہے۔'' اچانک ایک گاڑی سے آواز آئی اور پھر حمید نے مسلح فوجیوں کو جیپوں سے اُترتے دیکھا۔ پامیلا پر اس کی گرفت اور مضبوط ہوگئی۔

''غیر مسلح ہوکر نیچے اُتر آؤ۔'' کسی نے پھر اُنہیں للکارا۔

حمید پامیلا کو گھسیٹتا ہوا نیچے اُتر آیا اور اُس سے پوچھا گیا۔ ''تیسرا آدمی کہاں ہے؟''

''ٹائر فلیٹ ہوتے ہی نیچے کود گیا تھا۔'' حمید نے جواب دیا۔ اس نے فریدی کی آواز پہچان لی تھی۔

اچانک ایک جانب سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ ساری گاڑیوں کی روشنیاں بجھا دی گئیں اور پھر ذرا ہی دیر میں پورا میدان فائروں سے گونجنے لگا۔ حمید پامیلا کو اُسی طرح جکڑے ہوئے زمین پر گرا تھا۔ وہ نکل جانے کے لئے شدید جدوجہد کر رہی تھی۔ اسی دوران میں حمید کی گردن اس کی گرفت میں آ گئی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اُس کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ گرفت بے حد سخت تھی۔ حمید نے پہلے تو گردن چھڑانے کی کوشش کی پھر جھلا کر وہ بھی اس کا گلا گھونٹنے لگا۔

فائر برابر ہو رہے تھے۔ پھر کسی جانب سے ہینڈ گرینیڈ پھٹنے کی آواز بھی آئی اور پامیلا حمید کی گردن چھوڑ کر ہانپتی ہوئی بولی۔ ''ہٹو اس گاڑی کے پاس سے...... وہ اسے تباہ کرنا چاہتے ہیں...... تمہارے ہاتھ نہیں لگنے دیں گے۔''

حمید اُس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تیزی سے دوسری جانب کھسکنے لگا اور خاصے فاصلے پر جا کر چیخا۔ ''وہ اس گاڑی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔''

قریب ہی سے فریدی کی آواز آئی۔ ''بائیں جانب مڑو...... دس قدم کے فاصلے پر نالا ہے اُس میں اُتر جاؤ۔''

حمید نے پھرتی سے تعمیل کی اور پا میلا منمنائی۔ ’’بے دردی نہ دکھاؤ۔ میں اب بھاگوں گی نہیں۔‘‘

فائروں کی گونج میں شدت پیدا ہوگئی تھی اور پھر وہ نالے میں اُتر ہی رہے تھے کہ ایک زبردست دھماکا ہوا اور وہ اوندھے منہ بدبودار کیچڑ میں جاپڑے۔

کرائم رپورٹر انور انہیں اس حال میں دیکھ کر بوکھلا گیا۔ اُن کے کپڑے کیچڑ میں لت پت تھے اور جسم کے مختلف حصوں سے خون بہہ رہا تھا لیکن وہ فریدی کے علاوہ اور کسی کو بھی نہ پہچان سکا۔ کیونکہ وہ اسی میک اپ میں اس کو کئی دنوں سے دیکھتا رہا تھا۔ خود وہ بھی زخمی معلوم ہوتا تھا اور اس کی وردی بھی کیچڑ میں لتھڑی ہوئی تھی۔

کچھ دیر پہلے کسی مہم پر جاتے وقت وہ انور کو اُسی عمارت میں چھوڑ گیا تھا جس میں اُن کا قیام تھا اور اب واپسی اس طرح ہوئی تھی۔ گندگی میں لتھڑے ہوئے اور زخمی ساتھیوں میں سے ایک عورت تھی اور ایک مرد۔ عورت سفید فام تھی۔ پھر مرد کی آواز سن کر وہ چونک پڑا کیونکہ وہ کیپٹن حمید کے علاوہ اور کسی کی آواز نہیں ہوسکتی تھی۔

وہ خاموشی سے اُنہیں دیکھتا رہا۔ فریدی اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ عورت بار بار کہے جارہی تھی۔ ’’مجھے پہلے سے اس کا علم نہیں تھا۔ میں کچھ نہیں جانتی تھی۔‘‘

’’اس کے باوجود بھی میرے خلاف تمہارا پستول نکل آیا تھا۔‘‘ حمید کہتا۔

’’وہ اضطراری فعل تھا۔ میں اپنی گردن بچانا چاہتی تھی۔‘‘

’’باتیں بعد میں ہوں گی۔‘‘ فریدی نرم لہجے میں بولا۔ ’’پہلے اپنی حالت درست کرو۔ تمہیں طبی امداد کی ضرورت ہے۔‘‘

تھوڑی دیر بعد جب وہ دوبارہ صاف ستھرے نظر آنے لگے اور اُن کے زخموں کی

ڈریسنگ ہو چکی تو فریدی نے عورت سے کہا۔ ''اب کہو تم کیا کہنا چاہتی تھیں۔''

''جو کچھ بھی پوچھنا ہے اس سے پوچھو۔ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔'' اُس نے حمید کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''یا وہ جانتا ہوگا جو فرار ہو گیا۔''

''پھر یہ بہتر ہوگا کہ تم آرام کرو۔ لیکن اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ یہاں سے فرار ہو جانا ممکن نہ ہوگا۔ نگرانی کرنے والے فوراً گولی مار دیتے ہیں۔''

''مم...... میں سمجھتی ہوں۔''

وہ اُسے وہیں چھوڑ کر انور اور حمید سمیت دوسرے کمرے میں چلا آیا۔

''اب تم بتاؤ فرزند۔'' فریدی حمید کو ترحم آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

''میں کیا بتاؤں۔ بس وہ مجھے شہر سے باہر لے جا رہے تھے۔''

''اس گاڑی کے بارے میں کیا جانتے ہو۔''

''کچھ بھی نہیں۔ وہ مجھے اُسے چلانے کا طریقہ سمجھا رہا تھا لیکن خود اس بٹن کو دبانے پر تیار نہیں تھا جسے دبانے کی ہدایت مجھے دی تھی۔ اسی پر بات بڑھی اور پامیلا نے پستول میرے پہلو سے لگا کر دھمکی دی۔ اُسی وقت اچانک ٹائر فلیٹ ہو گیا اور پھر جو کچھ ہوا آپ جانتے ہی ہیں۔''

''اس طرح جانتا ہوں کہ میں اُس گاڑی کا جائزہ پہلے ہی لے چکا تھا اور اس میں اپنا ایک بگ بھی لگا دیا تھا اس لئے تم لوگوں کی گفتگو تعاقب کے دوران میں سنتا رہا تھا۔ تعاقب جاری ہی رکھتا اگر وہ عورت تمہیں دھمکی نہ دیتی۔ بہرحال بے آواز فائر کر کے گاڑی کا ایک ٹائر فلیٹ کرنا پڑا تھا۔''

''کیا وہ گاڑی آپ کے ہاتھ لگ گئی تھی؟''

''نہیں تباہ ہو گئی اور وہ شاید صرف اس کی تباہی پر تلے ہوئے تھے۔ ہمارا ایک آدمی بھی ضائع نہیں ہوا۔ وہ البتہ اپنی دو لاشیں چھوڑ گئے ہیں۔''

''اور جیروم......!''

''نہ اُس کی لاش ملی اور نہ سراغ ہی مل سکا۔''

''پامیلا بھی جانتی تھی کہ وہ گاڑی تباہ کر دی جائے گی۔ یہی کہہ کر وہ گاڑی سے دور

ہونے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ گاڑی تھی کیا چیز۔''

''میرا خیال ہے اُسی گاڑی سے تمہارا پیغام نشر کیا جاتا تھا۔ اُس میں ایک بہت طاقتور ٹرانسمیٹر بھی نصب تھا اور وہ گاڑی جیروم ہی کی تحویل میں رہتی تھی۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ جیروم سے پہلی ملاقات بھی محض ڈرامہ تھی۔''

فریدی کچھ نہ بولا اور حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔''اور یہ پامیلا بدستور جان کو چمٹی رہے گی؟''

''کوئی کا نامرد تو ہے نہیں کہ بھاگ جائے گا۔'' انور مسکرا کر بولا۔

حمید نے پہلی بار اُس کی آواز پہچانی اور اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھنے لگا۔ انور نے سر ہلا کر کہا۔''خاصی طرحدار عورت ہے۔''

''کیا یہ بکواس ضروری ہے؟'' حمید پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

''دماغ ٹھنڈا رکھو ورنہ خون ضائع ہوگا۔'' فریدی نے کہا۔

''اس کو کہاں ساتھ لئے پھر رہے ہیں۔''

''ہماری طرح ہی یہ بھی عوام کے عتاب کا شکار ہوگیا ہے۔''

''عوام......!'' حمید منہ بگاڑ کر رہ گیا۔

فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ریسیور اُٹھا لیا۔

''بی ایٹ سر۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔''دوسرا راستہ تلاش کرلیا گیا ہے جناب۔ شمالی مشرق کی جانب سے۔ آپ نے نقشے پر جو نیا نشان لگوایا ہے وہ نئے راستے سے ساٹھ درجے کے زاویئے پر ہے۔''

''بہت خوب تو اسی وقت تیار ہو جاؤ۔ ہم آدھے گھنٹے بعد روانہ ہو جائیں گے۔''

''بہت بہتر جناب۔''

فریدی ریسیور کریڈل پر رکھ کر انور کی طرف مڑا اور بولا۔''اسی وقت روانگی ہوگی تاکہ صبح ہونے تک ہم اُس جگہ پہنچ جائیں جہاں سے اصل سفر کا آغاز ہوگا۔''

''آپ زخمی ہیں۔'' انور نے کہا۔

''معمولی سی خراشیں ہیں۔ کوئی خاص بات نہیں لیکن کیا تم چلو گے۔''

''کیوں نہیں...... کہانی کے اختتام کی رپورٹنگ آنکھوں دیکھی ہو تو اُس کی اہمیت بڑھ جائے گی۔''

''تمہاری مرضی۔ لیکن تم اپنی ذمہ داری پر چل رہے ہو۔''

''یقیناً جناب۔''

''اور تم دونوں ملٹری پولیس کی حراست میں رہو گے۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔

''میں کیوں؟''

''مجرموں کے ساتھ پکڑے گئے ہو اور میک اپ میں ہو۔''

''اُن سے کہہ دیجئے گا کہ ہم دونوں کو ساتھ ہی رکھیں۔''

فریدی صرف شانوں کو جنبش دے کر رہ گیا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد پانچ جیپیں کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئی تھیں۔ اگلی جیپ میں فریدی اور انور تھے۔ فریدی ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ پچھلی نشست پر دو افراد بھی تھے ان جیپوں پر فوج کے انجینئر نگ کے شعبے کے نشانات دور سے بھی دیکھے جا سکتے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ جیپیں سڑک چھوڑ کر ایک کچے راستے پر ہولیں۔

''کیا خیال ہے۔ ہم کدھر جا رہے ہیں۔'' فریدی نے انور سے پوچھا۔

''پٹاری کی طرف۔''

''لیکن پہاڑیوں کی طرف نہیں۔ رخ کسی اور طرف ہوگا اور ہم ایک ایسے راستے سے جنگل میں داخل ہوں گے جہاں سے وہ جگہ بھی نزدیک ہے۔''

''کون سی جگہ۔''

''جہاں وہ لکیریں نیچے جاتی دکھائی دیتی تھیں۔''

''تو آپ نے اندازہ لگا لیا ہے کہ وہ لکیریں کہاں نیچے اتری تھیں۔''

''ظاہر ہے ورنہ اُس راستے کا تعین کیا جا سکتا؟''

جیپیں کچے ہی راستوں سے گزرتی رہیں۔ سفر کئی گھنٹے جاری رہا۔ انور کبھی اونگھنے لگتا اور کبھی چونک کر اس طرح فریدی کی طرف دیکھنے لگتا جیسے اُس کے سر پر سینگ نکل رہے ہوں۔

رات خاصی سرد تھی اور کسی قدر شبنم آلود بھی۔ انور کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے چہرے پر

نمک کی تہہ جم گئی ہو۔

آخر ایک جگہ گاڑیاں رکی تھیں۔ وہ نیچے اُتر گئے۔ اپنے شانوں سے تھیلے لٹکانے لگے۔ صبح کی سفیدی اُفق پر نمودار ہونے لگی تھی۔

''یہاں سے پیدل سفر ہوگا'' فریدی نے انور سے کہا۔

''روز روشن میں۔''

''فکر نہ کرو۔ ان اطراف کے جنگل میرے چھانے ہوئے ہیں۔ میں نے ہی اس رخ پر راستے کے امکان کی نشاندہی کی تھی۔ تبھی یہ لوگ تلاش کر سکے ہیں۔''

''یعنی آپکو یقین ہے کہ ہم دن کی روشنی میں بھی اُنکی نظروں سے محفوظ رہ سکیں گے۔''

''تم ابھی دیکھ ہی لو گے۔''

اس طرف جنگل گھنا تھا اور شاید فریدی کے آدمیوں نے جھاڑیوں کو کاٹ کاٹ کر راستہ بنایا تھا۔ وہ سب ایک قطار میں چل پڑے۔ اُٹھارہ افراد تھے۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی فریدی نے انہیں تین ٹکڑیوں میں تقسیم کیا اور ہدایات دینے لگا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ وہ سب بتائے ہوئے راستوں سے لگ گئے۔ فریدی اور انور کے ساتھ صرف ایک آدمی رہ گیا تھا۔

''ہم چار اطراف سے اُس مقام کی طرف بڑھیں گے۔'' فریدی نے انور سے کہا اور ایک جانب اشارہ کر کے بولا۔ ''ہم تینوں ادھر سے چلیں گے۔''

اُن کا ساتھی آگے بڑھا اور ہلکی کلہاڑیوں سے جھاڑیاں کاٹ کاٹ کر راستہ بنانے لگا۔ اُس کا ہاتھ جھاڑیوں پر اس طرح پڑتا تھا کہ ہلکی سی آواز بھی نہیں ہوتی تھی اور وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔

''بس اب خاموشی سے چلنا ہے۔'' فریدی نے مڑ کر انور سے بہ آہستگی کہا اور وہ سر کو جنبش دے کر رہ گیا تھا۔

جنگل پرندوں کے شور سے گونج رہا تھا اور بھیگی بھیگی سی ہوا اُن کے جسموں کو سہلا رہی تھی۔ انور کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ذہن سے ہر طرح کا بوجھ اُتر گیا ہو۔ راستہ دشوار گزار ضرور تھا لیکن زندگی میں یہ تبدیلی گراں نہیں گزر رہی تھی۔ گھنی جھاڑیوں کی وجہ سے اُن کی سست روی برقرار رہی۔ دو فرلانگ کئی گھنٹوں میں طے ہوئے تھے۔ انور سوچ رہا تھا ضروری تو

نہیں ہے کہ اس طرح وہ ٹھیک اُسی جگہ پہنچ جائیں جہاں کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔ تصویر دیکھ کر نقشے پر کسی جگہ کا تعین کرنے میں غلطی بھی ہوسکتی ہے۔ اس نے اپنے اس شبہے کا اظہار فریدی پر بھی کیا اور اُس نے مسکرا کر جواب دیا۔ ''بس دیکھتے جاؤ۔ تمہیں مایوسی نہیں ہوگی۔''

''دوسری بات!'' انور بولا۔ ''کیا انہوں نے اس جگہ کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کر لینے کی کوشش نہ کی ہوگی؟''

''ضرور کی ہوگی۔ ہر سمت کا خیال رکھا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہمارے کسی خاص حد تک پہنچتے ہی وہ ہماری موجودگی سے آگاہ بھی ہو جائیں۔''

''اُس کے بعد کیا ہوگا۔''

''ظاہر ہے کہ اس کے بعد ٹکراؤ ہی ہوسکتا ہے۔''

''ہم صرف اٹھارہ افراد ہیں اور یک جا نہیں ہیں۔ اُن میں سے کچھ راستہ بھٹک کر کسی اور جانب بھی جاسکتے ہیں۔''

''حوصلہ نہ ہارو۔''

''حوصلہ ہارنے کی بات نہیں۔ ہر پہلو پر نظر رکھنی چاہئے۔''

''مشورے کا شکریہ۔ میں ہر پہلو سے غور کر چکا ہوں۔ اس کے باوجود بھی اسے اندھی چال ہی سمجھتا ہوں۔ اگر تم خود کو بہت زیادہ عقلمند محسوس کر رہے ہو تو یہیں سے پلٹ جاؤ۔''

''میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ صرف سچویشن کو سمجھنا چاہتا تھا۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ انور نے محسوس کیا کہ بحث کر کے اس نے اس کا موڈ کسی قدر خراب کر دیا ہے۔

وہ چلتے رہے۔ اچانک ایک جگہ فریدی رک گیا۔ انور نے اُس کی آنکھوں میں شکاری جانوروں کی سی چمک دیکھی۔ وہ ایک جانب دیکھے جارہا تھا۔ پھر اُس نے مڑ کر ان دونوں سے بیٹھ جانے کو کہا اور خود کسی قدر جھک کر جھاڑیاں ہٹاتا ہوا اُسی جانب بڑھنے لگا۔ انور اور دوسرے آدمی نے اپنے اپنے ریوالور نکال لئے۔ وہ دونوں برابر ہی سے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رخ اُسی جانب تھے جدھر فریدی گیا تھا۔ اچانک انور کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ گردن پر کسی نے ایسی ہی زوردار ضرب لگائی تھی۔

ایک جھٹکے کے ساتھ اس کا سر زمین پر جالگا۔ اُس کے ساتھی کا بھی یہی حشر تھا۔ اس حال میں بھی انور کی تمام تر توجہ اُسی طرف رہی تھی کہ وہ ذہنی طور پر ناکارہ نہ ہونے پائے۔ اُس کیفیت سے لڑتا رہا جو اس کے ذہن کو تاریکی کی طرف لے جارہی تھی۔ ذرا دیر بعد اُس نے محسوس کیا کہ کوئی اُس کی بغلوں میں ہاتھ دے کر سیدھا کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ وہ ایک دم پلٹ پڑا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کا مقابل نیچے تھا اور وہ خود اُس کے اوپر۔ ٹھیک اُسی وقت کسی نے اُسے للکارا۔ ''ٹھہرو۔ ورنہ کھوپڑی کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ انور جس پوزیشن میں تھا اُسی میں رہ گیا۔ بائیں جانب ایک اسٹین گن اُس کی طرف اُٹھی ہوئی تھی۔''

''اسے چھوڑ کر ہٹ جاؤ۔'' دوسرا حکم ملا۔ چپ چاپ تعمیل ہی کرتے بنی۔ اُس کا سر اب بھی چکرا رہا تھا۔ لیکن اتنا زیادہ بھی نہیں کہ اپنے پیروں پر نہ کھڑا ہوسکتا۔

اُس کا مغلوب بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں عجیب سے لباس میں تھے۔ سبز رنگ کے ایسے ٹڈے لگ رہے تھے جو پچھلی ٹانگوں پر سیدھے کھڑے ہوگئے ہوں۔ سبز رنگ کا لباس جسموں پر کھال کی طرح منڈھا ہوا تھا۔ چہروں پر صرف آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے بقیہ چہرہ اور سر اُسی لباس میں پوشیدہ ہوگئے تھے۔

انور نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی زمین پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ شاید گردن پر لگنے والی ضرب کو نہیں سہار سکا تھا۔

''اسے اُٹھاؤ اور ہمارے ساتھ چلو۔'' ایک سبز پوش نے کہا۔

''وزنی ہے مجھ سے نہیں اُٹھے گا۔'' انور بولا۔

''کیوں نہ دونوں کی ٹانگیں رسیوں سے باندھ کر گھسیٹتے ہوئے لے چلیں۔'' دوسرے سبز پوش نے تجویز پیش کی۔

''کیوں نہ میں کوشش کر دیکھوں۔'' انور جلدی سے بولا۔

''عقلمندی کی بات ہے۔'' پہلا سبز پوش بولا۔

''کتنی دور چلنا ہوگا؟''

''زیادہ دور نہیں۔''

''بہرحال تم لوگ جو کوئی بھی ہو۔ سرکاری کام میں مداخلت کررہے ہو۔''

''وہ سرکاری کام کیا ہے؟''

''ہم اس جنگل کا سروے کرر ہے ہیں۔''

''کس لئے۔''

''ہمارے کورکمانڈر کو معلوم ہوگا۔''

''وہ کہاں ہے؟''

''ہیڈکوارٹر میں۔''

''ہم اس قسم کی پوچھ گچھ کے مجاز نہیں ہیں۔'' دوسرا سبز پوش بولا۔ ''چلو اُٹھاؤ۔''

طوعاً وکرہاً انور نے بے ہوش ساتھی کو ہاتھوں پر اُٹھایا اور لڑکھڑاتا ہوا اُن کے ساتھ چلنے لگا۔ ایک سبز پوش اُس کے آگے تھا جو سامنے سے جھاڑیاں ہٹاتا ہوا چل رہا تھا اور دوسرا اس کے پیچھے تھا۔

کچھ دور ہی چلا تھا کہ ساتھی نے آنکھیں کھول دیں اور احمقوں کی طرح اُس کی شکل تکتا رہا۔ انور نے کہا۔ ''کیا خیال ہے۔ سواری ہی برقرار رہے گی یا پیدل بھی چلو گے؟''

اگلا سبز پوش اُس کی آواز سن کر رک گیا۔ انور کو بھی رک جانا پڑا اور اُس نے اپنے ساتھی کو زمین پر کھڑا کر دیا۔

''کیا قصہ ہے؟'' ساتھی نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اور انور آہستہ سے بولا۔ ''یہ دونوں مجھے کسی دوسرے سیارے کی مخلوق معلوم ہوتے ہیں۔''

''چلتے رہو۔'' پیچھے والا سبز پوش غرایا اور انور نے اپنے ساتھی سے کہا۔ ''پتا نہیں کیا چکر ہے۔ ان لوگوں کی سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ ہمارا تعلق فوج کی انجینئرنگ کور سے ہے۔''

''آخر یہ ہیں کون۔''

''خدا ہی جانے۔ اسٹین گن کے زور پر ہمیں زبردستی کہیں لے جارہے ہیں۔''

''مقصد نہیں بتایا؟''

''نہیں...... حالانکہ میں نے یہاں اپنی موجودگی کی اہمیت واضح کر دی تھی۔''

''ہوسکتا ہے جہاں لے جارہے ہوں وہاں معلوم ہو جائے۔''

''خاموشی سے چلو۔'' سبز پوش نے پھر وارننگ دی۔

مزید آدھے گھنٹے بعد وہ ایک بہت بڑے خیمے میں داخل ہوئے تھے جو باہر سے خیمہ قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ پورا کا پورا خودرو بیلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ کم از کم فضائی جائزہ لینے والے اُسے قطعی طور پر نظر انداز کر دیتے۔ لیکن انور کو اس معاملے پر مزید غور کرنے کا موقع نہ مل سکا کیونکہ خیمے میں اپنی پارٹی کے آٹھ افراد اور دکھائی دیئے تھے جن کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ خود اُن دونوں کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوا۔ اب پارٹی کے پورے دس افراد قیدیوں کی حیثیت سے وہاں کھڑے ہوئے نظر آرہے تھے اور انور سوچ رہا تھا کہ فریدی سمیت آٹھ افراد ابھی ان کے ہاتھ نہیں لگ سکے اس لئے نا اُمیدی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ان دس افراد کے علاوہ وہاں چھ عدد سبز پوش بھی موجود تھے۔ دفعتاً اُن میں سے ایک نے سوال کیا۔ ''لیڈر کون ہے۔''

''کوئی بھی نہیں۔'' انور کے ساتھی نے کہا۔ ''ہم سب چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی شکل میں مختلف اطراف سے جنگل میں داخل ہوئے تھے۔''

''مقصد کیا ہے؟''

''سروے کر رہے ہیں۔''

''کس لئے۔''

''کمانڈوز کی ٹریننگ کے لئے؟''

''کل کتنے آدمی ہیں۔''

''شائد ہم میں سے کوئی بھی نہ جانتا ہو۔ کیونکہ ہم دو دو اور تین تین کی ٹولیوں میں روانہ ہوئے تھے۔ لیکن آخر تم لوگ کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو۔''

''صرف ہمارے سوالوں کے جواب دو۔'' سبز پوش گرج کر بولا۔

''پوچھو اور کیا پوچھنا ہے۔'' انور کا ساتھی بولا۔

''سچ بولو۔ ورنہ ہم دوسرے طریقے اختیار کریں گے۔''

''میں نے کوئی بات غلط نہیں کی۔''

''پٹاری کی پہاڑیوں کو کیوں گھیرے میں لیا گیا ہے؟''

''میں نہیں جانتا۔ پٹاری کی پہاڑیاں یہاں سے شائد بیس میل کے فاصلے پر ہیں۔''

''سچی بات۔''

''ٹھیک ہے۔تم کوئی دوسرا طریقہ اختیار کر کے ہمیں سچ بولنے پر مجبور کر سکتے ہو۔'' انور کے ساتھی نے خشک لہجے میں کہا۔

''ہم دیکھیں گے۔ ذرا سب کو اکٹھا ہو لینے دو۔'' اس نے خوف ناک لہجے میں دھمکی دی اور انور کا ساتھی گردن ٹیڑھی کر کے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

شام ہوتے ہوتے تین قیدی اور لائے گئے۔ انور سوچ رہا تھا کیا سب ہی دھر لئے جائیں گے۔لیکن فریدی ان تینوں میں بھی نہیں تھا۔ نئے قیدیوں سے بھی اُسی قسم کے سوالات کئے گئے جیسے اُن سے کئے گئے تھے لیکن وہ بھی سبز پوشوں کی معلومات میں مزید اضافہ نہ کر سکے۔

''میں یقین نہیں کرسکتا۔'' آخر کار لیڈر سبز پوش پیر پٹخ کر دھاڑا۔

لیکن وہ سب خاموش ہی رہے۔ ہر ایک اپنے چہرے سے لاتعلقی ظاہر کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

''کیا تم لوگ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہو؟'' انور اچانک اُس سے پوچھ بیٹھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے!'' سبز پوش غرایا۔

''اس سیارے کی مخلوق ہوتے تو کم از کم تمہیں یہاں کے کھانے پینے کے اوقات کا علم بھی ہوتا۔''

سبز پوش اُن کی طرف سے منہ موڑ کر بیٹھ گیا۔ انور سوچ رہا تھا کہ ابھی فریدی سمیت پانچ افراد آزاد ہیں۔ اگر ان کا سابقہ ابھی تک ان لوگوں سے نہیں پڑا تو اب بھی نااُمید ہو جانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔پھر باہر اندھیرا پھیل گیا۔ خیمے کے ایک پول کا کچھ حصہ مرکری ٹیوب کی طرح روشن ہو گیا۔

''واقعی تم لوگ اس سیارے کے باشندے نہیں معلوم ہوتے۔'' انور بولا۔

اور سبز پوشوں کا لیڈر اُسے گھور کر رہ گیا۔ پھر بولا۔''اچھا یہی بتا دو کہ ابھی تمہارے کتنے اور ساتھی باقی ہیں۔تمہیں کھانے پینے کو مل جائے گا۔''

''نہایت آسان سوال ہے۔'' انور نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''لیکن ہمارے پاس اس کا بھی جواب نہیں ہے۔''

''بس تو پھر ایڑیاں رگڑ کر مر جاؤ۔''

اس کے بعد ہی انور پر غشی سی طاری ہونے لگی تھی۔ اُس کے دوسرے ساتھیوں کا بھی یہی حال تھا۔ پچھلی رات جاگے تھے اور آج دن بھر بھوکے رہے تھے۔ سبز پوشوں نے اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ شائد اس خیمے کی نگرانی کے لئے چھ ہی آدمی تھے۔ اُن میں سے کچھ باہر آتے جاتے رہتے۔ غالباً اس طرح باری باری سے وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے خیمے سے چلے جاتے تھے۔ لیکن کم از کم دو مسلح افراد ہروقت موجود رہتے تھے۔ اس وقت بھی دو ہی تھے۔

انور ایک بار پھر اپنے ذہن سے لڑنے لگا۔ ایک پل کے لئے بھی غافل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ دونوں سبز پوش پوری طرح چوکس نظر آتے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں نہ ہوتیں تو وہ سب ہاتھ بندھے ہونے کے باوجود بھی اُن پر ٹوٹ پڑتے کیونکہ اُن کے پیر تو آزاد ہی تھے۔ اگر اچانک تیرہ افراد ہاتھ بندھے ہونے کے باوجود بھی اُن دونوں پر گر ہی پڑتے تو اُن کا تیا پانچہ ہو جاتا۔ لیکن اسٹین گنیں۔

''کیا ہم آپس میں گفتگو کر سکتے ہیں۔'' انور نے اچانک پوچھا۔

''کس مسئلے پر؟'' سبز پوش غرایا۔

''ایک دوسرے کی خیریت دریافت کریں گے۔ ورنہ پھر تم ہمیں یہ بتا دو کہ ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے۔''

''میں نہیں جانتا۔''

انور کا خیال تھا کہ خاموشی اُن پر سچ مچ غفلت طاری کر دے گی اور وہ کم از کم غافل ہو کر نہیں مرنا چاہتا تھا۔

''پھر کون بتائے گا۔'' انور نے اُس سے پوچھا۔

''میں آخری آدمی نہیں ہوں۔''

''تو پھر ہمیں آخری آدمی کے پاس لے چلو۔''

''میں کہتا ہوں چپ چاپ بیٹھے رہو۔''

''تو پھر آپس میں گفتگو کرنے کی اجازت دے دو۔''

''اجازت ہے۔'' وہ پیر پٹخ کر بولا۔

''ہاں تو دوستو۔'' انور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوا۔ ''میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم نے اپنی زندگیوں کا بیمہ کرالیا تھا یا نہیں؟''

کوئی کچھ نہ بولا۔ شائد انہیں انور کی بکواس گراں گزر رہی تھی۔

''کوئی بھی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے تم خاموش رہو۔'' سبز پوش غرایا۔

''خاموشی سے میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔'' انور نے کہا۔

ٹھیک اُسی وقت تین سبز پوش خیمے میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے اُن دونوں سے انگلش میں کہا۔ ''انہیں یہاں سے وہاں پہنچانا ہے۔'' لہجہ غیر ملکی تھا۔

وہ دونوں اُٹھ گئے۔ نووارد پھر بولا۔ ''کوئی نہیں جانتا کہ ابھی اور کتنے ہیں۔ تلاش جاری ہے۔ تم انہیں بہت احتیاط سے لے چلو گے۔

''بہت بہتر جناب۔ کیا ہم دونوں بھی چلیں؟''

''ہاں...... یہاں کی فکر نہ کرو۔ اُنہیں تلاش کر کے یہیں لایا جاتا رہے گا۔''

انور نے سوچا اب کوئی نئی مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ پتا نہیں اب کہاں لے جائیں اور کس طرح پیش آئیں۔ اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو اُٹھا کر ایک قطار میں کھڑا کر دیا گیا۔ دونوں سبز پوش خیمے ہی میں ایک جانب بڑھے اور قیدیوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ انور جو سب سے آگے تھا فوراً ہی چل پڑا۔ وہ دونوں ایک دراڑ میں اُتر رہے تھے اور محدود روشنی والی ٹارچیں اُن کے ہاتھوں میں روشن ہوگئی تھیں۔ یکے بعد دیگرے وہ سب دراڑ میں اُتر گئے۔ نووارد سبز پوش اُن کے پیچھے چل رہے تھے۔ وہ دراڑ ایک سرنگ ثابت ہوئی۔ کیونکہ اُنہیں آسمان نہیں دکھائی دیا تھا۔ وہ چلتے رہے۔ محدود روشنی والی ٹارچوں کی چمک یہاں اتنی بڑھ گئی تھی۔ وہ سب بخوبی راستہ دیکھ سکتے تھے۔

اس سرنگ کا اختتام ایسی جگہ ہوا تھا جس کو ایک بہت بڑے گنبد کا اندرونی حصہ ہی کہا جا سکتا۔ تیز قسم کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور ایک خاصے وسیع دائرے میں ایسی

مشینیں نصب تھیں جن کی بنا پر اُسے کسی نظام کا کنٹرول روم ہی سمجھا جاسکتا تھا۔

یہاں صرف تین افراد نظر آئے لیکن وہ سبز رنگ کے چست ملبوسات میں نہیں تھے اور اُن کے چہرے بھی کھلے ہوئے تھے۔

وہ حیرت سے اس قافلے کو دیکھنے لگے۔ دفعتاً انگلش میں گفتگو کرنے والے سبز پوش نے اُن دونوں سبز پوشوں سے کہا جنہیں خیمے سے ساتھ لایا تھا۔

''اب تم دونوں وہیں واپس جاؤ اور نئے قیدیوں کے منتظر رہو۔''

وہ تیزی سے واپسی کے لئے مڑ گئے۔

اُن تینوں حیرت زدہ آدمیوں میں سے ایک آگے بڑھ کر بولا۔ ''یہ لوگ کون ہیں اور انہیں یہاں کیوں لایا گیا ہے۔''

''یہ مقامی فوج کے لوگ ہیں جنہیں آج ہی پکڑا گیا ہے۔'' سبز پوش نے جواب دیا۔

''لیکن یہاں کیوں لایا گیا ہے۔''

''میں نہیں جانتا۔ مجھے یہی حکم ملا ہے۔''

''بات سمجھ میں نہیں آئی؟'' وہ اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔

انہوں نے بھی عجیب انداز میں سروں کو جنبش دی اور قیدیوں کو دیکھنے لگے۔ سبز پوش اپنے دونوں ساتھیوں کے قریب پہنچ کر آہستہ آہستہ کچھ کہتا رہا اور پھر انور نے دیکھا کہ ان میں سے ایک اُسی راستے سے واپس چلا گیا جس سے وہ اس گنبد نما عمارت میں داخل ہوئے تھے اور دوسرے نے آگے بڑھ کر قیدیوں کے ہاتھ کھولنے شروع کر دیئے۔

''آخر یہ سب کیا ہے؟'' حیرت زدہ آدمیوں میں سے ایک بولا۔ ''ٹھہرو! میں خود معلوم کرتا ہوں۔''

پھر وہ ایک جانب بڑھا ہی تھا کہ تیسرے سبز پوش نے اپنی اسٹین گن سیدھی کرتے ہوئے کہا۔ ''ٹھہرو! جہاں کھڑے ہو وہاں سے ہلے بھی تو تمہارے پرخچے اڑ جائیں گے۔ تم تینوں سن لو۔''

تینوں نے بوکھلا کر اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

''بس یونہی کھڑے رہو۔ کچھ بولنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ سب کچھ بعد میں بتا دیا

جائے گا۔'' سبز پوش نے اسٹین گن کو جنبش دے کر کہا۔

ادھر ان تیرہ عدد قیدیوں کے ہاتھ کھل چکے تھے۔ اچانک سبز پوش نے ان سبھوں کو اردو میں مخاطب کیا۔ ''کھڑے ایک دوسرے کی شکلیں کیا دیکھ رہے ہو۔ یہاں کی ہر شے تباہ کر دو۔ جتنی جلد ممکن ہو سکے۔''

''خدا کی پناہ۔'' انور اچھل پڑا۔ اب اُس نے فریدی کی آواز پہچانی تھی۔

''کوئی ایسی تدبیر کرو کہ جنریٹر بند کئے بغیر ہی یہ کام ہو جائے ورنہ اندھیرا ہو جائے گا۔'' فریدی نے پھر اپنے آدمیوں کو ہدایت دی۔ ''اور ان تینوں کے ہاتھ باندھ دو۔''

پھر فریدی کے ساتھی وہاں توڑ پھوڑ مچاتے رہے تھے اور وہ تینوں غیر ملکی بُری طرح چیختے رہے تھے اور اُن کی اس حرکت پر احتجاج کرتے رہے تھے۔

''آپ یہ کیا کرر ہے ہیں؟ اس سارے ساز و سامان پر قبضہ کر لیجئے اسے تباہ کرنے سے کیا فائدہ۔'' انور نے کہا جو فریدی کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔

''میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ پتہ نہیں وہ کتنے ہیں اور کہاں کہاں ہیں۔ مجھے تو فی الحال پر چھائیوں کا مسکن تباہ کر دینے دو۔ کچھ دیر بعد تم کئی دھماکے بھی سنو گے۔ ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہئے۔''

''ان تینوں کا کیا ہوگا۔''

''فی الحال یہیں باندھ کر ڈال جائیں گے۔ ان کے پیر بھی بندھوا دو۔''

تھوڑی دیر بعد وہ سب اُسی سرنگ میں داخل ہوئے جو اُنہیں خیمے تک لے جاتی۔ دراڑ کے قریب پہنچ کر فریدی نے اُنہیں رک جانے کو کہا۔ وہیں اُس کا تیسرا سبز پوش ساتھی بھی ملا تھا۔ غالباً اُس نے اُسے دراڑ کی نگرانی ہی کے لئے واپس کر دیا تھا۔ انور نے آہستہ سے کہا۔

''اس وقت ہم سولہ عدد ہیں حالانکہ روانگی کے وقت اُٹھارہ تھے۔''

''فکر نہ کرو۔'' فریدی بولا۔ ''وہ زندہ ہیں اور خیمے کے دروازے کے آس پاس ہی موجود ہیں۔ خیمے میں داخل ہوتے وقت نگرانی کے لئے اُنہیں باہر ہی چھوڑ آیا تھا۔ فی الحال خاموش رہو۔ بعد میں سب کچھ بتا دوں گا۔ صرف دس منٹ اور باقی ہیں دھماکے ہونے میں۔ اور اس وقت ہمیں خیمے ہی میں ہونا چاہئے۔ تم سب یہیں ٹھہرو۔ صرف میں خیمے میں جاؤں

گا۔ جب بلاؤں تو تم سب بھی آ جانا۔''

اور پھر جب تھوڑی دیر بعد وہ اُس کے بلانے پر خیمے میں داخل ہوئے تو ان دونوں سبز پوشوں کو فرش پر اوندھا پڑا پایا جو اُن کی نگرانی کرتے رہے تھے۔ فریدی نے اُنہیں اُٹھوا کر دراڑ میں ڈلوا دیا اور اپنے باوردی ساتھیوں سے بولا۔ ''تم سب اسی طرح بیٹھ جاؤ جیسے دن بھر بیٹھے رہے تھے۔ ہاتھ پشت پر رکھو۔''

انور سمیت سب نے تعمیل کی۔ انور بڑی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ جلد از جلد سب کچھ معلوم کر لینا چاہتا تھا۔ دفعتاً فریدی اتنی اونچی آواز میں بولا کہ خیمے کے باہر بھی سنی جا سکے۔

''تم سب سینے کے بل لیٹ جاؤ۔ کانوں میں انگلیاں دے لو اور دانتوں میں کپڑا دبا لو۔''

اُنہوں نے بڑی پھرتی سے تعمیل کی تھی۔ اچانک اتنا زبردست دھماکہ ہوا کہ زمین لرز گئی اور جھنجھناتے ہوئے کانوں تک فریدی کا دوسرا حکم بھی پہنچا۔ ''ابھی اسی طرح پڑے رہو۔ دو اور ہوں گے۔''

اُس کے خاموش ہوتے ہی پے در پے دو دھماکے اور ہوئے اور اس کے بعد فریدی کا قہقہہ خیمے کی محدود فضا میں گونجا تھا۔ ساتھ ہی انور نے اُسے کہتے سنا۔ ''الحمد للہ کہ اب انہیں چوتھا دن دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ اُن کی دھمکیاں بھی اُسی دھماکے میں دفن ہوگئیں اور اب ہم شکار کھیلیں گے۔'' وہ اُن سبھوں کو باہر نکال لایا۔ اس سے قبل انہوں نے اپنے اپنے اسلحے بھی اُٹھا لئے تھے جو وہیں خیمے میں ایک طرف ڈھیر تھے۔

فریدی نے اُنہیں خیمے کے آس پاس والی جھاڑیوں میں چھپاتے ہوئے کہا۔ ''اب یہاں جتنے بھی ہیں سیدھے ادھر ہی آئیں گے تاکہ کنٹرول روم کی حفاظت کر سکیں۔''

پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں جو اُسی جانب بڑھی چلی آ رہی تھیں۔

خیمے کے قریب پہنچتے ہی اُن کے ہیولے واضح ہونے لگے۔ بس پھر کیا تھا جیسے ہی فریدی نے اسٹین گن سے برسٹ مارا اُس کے ساتھیوں نے بھی اُن پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ لاتعداد چیخیں اور کراہیں سنائی دیں۔ پھر سناٹا چھا گیا۔

وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتے رہے۔ لیکن پھر کوئی ادھر نہ آیا۔ انور لاشوں کا شمار کرنا

چاہتا تھا لیکن فریدی اُسے روکتا ہوا بولا۔ ''بس اب نکل چلو۔ بقیہ کام فوج کے ذمہ۔ دھماکوں کے بعد پٹاری کی پہاڑیوں کے قریب والا کیمپ ادھر متوجہ ہوگیا ہوگا۔ ذرا ہی دیر میں ہیلی کوپٹر پرواز کریں گے۔''

پھر اس نے اپنے سبز پوش ساتھیوں کو مزید کچھ ہدایات دی تھیں اور وہ سب ایک جانب نکلے چلے گئے تھے۔ سائیں سائیں کرتے ہوئے جنگل کی تاریکی گویا سسکیاں سی لے رہی تھی۔ انور فریدی کے ساتھ تھا۔ محدود روشنی والی ٹارچ رہنمائی کررہی تھی۔ ورنہ اندھیرے میں یہ جھاڑ جھنکاڑ والا جنگل مصیبت بن گیا ہوتا۔ ویسے انور محسوس کررہا تھا کہ راستہ دشوار نہیں ہے۔ شاید پہلے ہی سے ساری رکاوٹیں دور کردی گئی تھیں۔ انور کے استفسار پر فریدی نے بتایا کہ یہ مجرموں ہی کا بنایا ہوا راستہ ہے جسے وہ اپنے استعمال میں لاتے تھے۔

''آپ اچانک ہم دونوں کو چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے۔'' انور سوال کر بیٹھا۔

''مجھے بے حد افسوس ہے۔ اگر اس وقت خودغرضی کا مظاہرہ نہ کرتا تو اتنی جلدی کامیابی ممکن نہ ہوتی۔ میں نے اُن دونوں سبز پوشوں کو دیکھ لیا تھا لیکن اُن کی نظر مجھ پر نہیں پڑی تھی۔ میں تم دونوں کو وہیں رکنے کو کہہ کر قریب ہی ایک جگہ روپوش ہوگیا جہاں سے تم دونوں پر نظر بھی رکھ سکتا تھا۔ تمہارے پکڑے جانے کا منظر اسی طرح دیکھا تھا جیسے تم لوگ اسٹنٹ فلمیں دیکھتے ہو۔ اُن کے لباس کی بناوٹ نے فوراً ہی میرے لئے راہ عمل متعین کردی۔ نہایت آسانی سے اُن میں شامل ہوسکتا تھا۔ مناسب مواقع سے سات آٹھ مار گرائے اور اُن کے اسلحہ اور ملبوسات پر قبضہ کرلیا۔ پھر اپنی ہی ٹولی کے چار افراد مل گئے۔ انہیں بھی میں نے سبز پوشوں میں تبدیل کردیا۔ اس کے بعد ہم پانچوں بڑی دل جمعی سے اُن جگہوں کو تلاش کرتے رہے جن کو تباہ کرنے کے لئے نکلے تھے۔ اسی دوران میں وہ خیمہ بھی دیکھ لیا جہاں تم لوگ رکھے گئے تھے۔ بہرحال میں نے اسلحہ کے دو ذخیروں کا پتا لگالیا اور اُس جگہ بھی جا پہنچا جہاں پرچھائیوں والی ڈیوائسز رکھی جاتی تھیں۔ یہ ساری جگہیں زمین دوز تھیں۔ میں نے انہی ذخیروں میں سے کچھ ٹائم بم نکالے اور ٹائم سیٹ کر کے اُنہیں تینوں جگہوں پر رکھ دیا اور اب مجھے کنٹرول روم کی تلاش تھی۔ میں چاہتا تھا کہ ذخیروں میں دھماکے ہونے سے قبل ہی کنٹرول روم تک بھی رسائی ہوجائے۔ آخر میں اُس خیمے میں داخل ہوا جہاں تم لوگ رکھے گئے تھے

لیکن میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ خیمے ہی سے کنٹرول روم تک جا پہنچوں گا۔ وہ تو محض بلف تھا کہ قیدیوں کو ''وہاں'' پہنچانا ہے۔ بس یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ''وہاں'' کے نام پر کہاں لے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جہاں کے محافظ وہ تھے وہیں لے گئے۔''

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ ''سرغنہ یہاں نہیں مل سکا اور تمہیں حیرت ہو گی کہ اب مجھے احساس ہوا ہے کہ مجھ سے سرغنہ کے سلسلے میں کتنی زبردست غلطی ہوئی تھی۔''

''کیسی غلطی۔''

''وہ میرے سامنے تھا لیکن میں اُسے ایک غیر اہم آدمی سمجھتا رہا اور تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ یہ سارا ہنگامہ محض بلف تھا۔ وہ ایک خاص معاملے کی طرف فوج اور پولیس کی توجہ ہٹائے رکھنے کے لئے اس حد تک چلے گئے تھے اور مجھے پکڑ لینے کا چکر چلا کر اس معاملے میں مزید سسپنس پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔''

''آخر کیا معاملہ تھا۔ وہی تو ذہنی خلش کا باعث بنا ہوا ہے۔''

''فکر نہ کرو...... اس کہانی کو من وعن چھاپنے کی سعادت صرف تمہارے ہی اخبار کو نصیب ہو گی اور تم محاذ پر موجود رہنے والے ہیرو جرنلسٹ کہلاؤ گے۔ یہی نہیں بلکہ اس مہم میں حصہ لینے کا اعزاز بھی تمہارے سر تھوپا جائے گا۔''

انور کچھ نہ بولا۔ وہ خاموشی سے راستہ طے کرتے رہے۔

اسٹار کا غیر معمولی ضمیمہ اوزاکا کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس طرح فضا میں گھورے جا رہا تھا جیسے آنکھیں پتھرا گئی ہوں۔ صرف ایک خیال اُس کے ذہن کو کچوکے لگا رہا تھا کتنا بڑا فریب کھایا تھا اُس نے۔ تو وہ تنظیم سچ مچ بین الاقوامی ٹھگوں کے ٹولے پر مشتمل تھی اور وہ لوگ مختلف ممالک کے انقلابی ذہن رکھنے والے افراد کو اُن کے کاز کی حمایت کا یقین دلا کر اُن

سے معمولی چوروں اور اُچکوں کے سے کام لیا کرتے تھے اور یہاں سارا قصہ تیل کا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اسٹار کے ضمیمے پر نظر جمادی۔

کرائم رپورٹر انور نے تفصیل کے ساتھ رپورٹنگ کی تھی۔

''بالآخر کرنل فریدی نے فوج کی مدد سے ایک تباہ کن فتنے کا سدباب کردیا۔ مجرم عرصہ دراز سے یہاں سرگرم عمل تھے اور اُن کی کوشش تھی کہ ہمارے ملک میں تیل کی تلاش جاری نہ رکھی جاسکے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ دوسال پہلے پٹاری کی پہاڑیوں کے آس پاس ایک غیر ملکی کمپنی کی مدد سے تیل کی تلاش کا کام شروع کیا گیا تھا لیکن پھر کسی وجہ سے بات آگے نہیں بڑھی تھی۔ چھ ماہ پہلے کی بات ہے کہ ایک دوسرے ملک نے تیل کی تلاش کی پیش کش کی اور مجرموں نے سوچا کہ شاید اب دال نہ گلے۔ لہٰذا اس کے امکان ہی کو کیوں نہ ختم کردیا جائے۔ وہ قطعی اتنا ہنگامہ نہ برپا کرتے اگر خود اُن ہی کے ایک آدمی کی غلطی سے پولیس کی توجہ پٹاری کی پہاڑیوں کی طرف مبذول نہ ہوجاتی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ یہ قصہ ایک فلمی ہیرو کی حیرت انگیز موت سے شروع ہوا تھا اور کرنل فریدی نے موت کی وجہ معلوم کرلی تھی۔ بس پھر انہوں نے اپنی تمام تر توجہ کرنل فریدی پر مرکوز کردی۔ اُس کے لئے اُنہیں وہ پرچھائیاں استعمال کرنی پڑیں۔ بہرحال مقصد اتنا ہی تھا کہ پولیس کی توجہ پٹاری کی پہاڑیوں اور جنگلات کی طرف سے ہٹ جائے اور وہ اپنے اُس اصل کام کو جاری رکھ سکیں۔ یعنی اُس علاقے کو تیل کی تلاش کے قابل ہی نہ رہنے دیں۔ شہر کو تباہ کردینے کی دھمکیاں دی گئیں۔ اس سلسلے میں کچھ نمونے بھی دکھائے گئے۔ شہر میں خلفشار برپا ہوگیا۔ فوج اور پولیس کو شہر ہی میں الجھائے رکھنے کے لئے یہ حرکت کی گئی تھی اور وہ نہایت اطمینان سے پٹاری کے جنگلوں میں اصل مقصد کے حصول کی کوشش کرتے رہے۔ وہاں انہوں نے ایک بہت بڑا پانی کا ذخیرہ دریافت کرلیا تھا اور زمین کا طبقہ توڑ کر اُسے اوپر لانے کی کوشش کررہے تھے۔ اگر دو دن کی مزید تاخیر کرنل فریدی سے ہوجاتی تو وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوجاتے۔ پھر ہوتا یہ کہ اُس پانی پر قابو پانا امر محال ہوتا اور تقریباً ڈیڑھ سو میل کا وہ رقبہ جہاں تیل کے لئے کھدائی کی جانے والی تھی اس طرح زیرِ آب آجاتا کہ اس پر کسی بہت بڑی جھیل کا گمان ہوتا اور وہاں تیل کے لئے کھدائی کا کام مشکل ہوجاتا۔ اس حالت میں اُس کام پر دس گناہ زیادہ اخراجات

ہوتے جو ملک کے وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے قریب قریب ناممکن ہی ہوتا۔ بہرحال اب کرنل فریدی کو تنظیم کے سرغنہ کی تلاش ہے۔ اُمید ہے کہ وہ بھی جلد ہی ہاتھ آجائے گا۔ کیونکہ ناکہ بندی سخت کردی گئی ہے۔ وہ ملک سے باہر نہیں نکل سکتا۔''

اوزاکا نے اخبار رکھ دیا اور سوچنے لگا۔ سرغنہ! سرغنہ کون ہوسکتا ہے۔ کہیں حقیقتاً جمشید ہی تو سرغنہ نہیں ہے۔ جبار سے پہاڑیوں پر تجربہ کرنے کی حماقت سرزد ہوگئی تھی۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ خود سرغنہ ہی نے اسٹیل ملز کی منیجری سنبھالی ہو۔ اس طرح وہ تنظیم کے دوسرے افراد سے قریب رہ کر بھی پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ آخر انہوں نے اپنا سارا کام جبار کی مدد سے اسٹیل ملز ہی میں کیا ہوگا۔ وہ فلائنگ ڈیوائیسز یہیں ڈھالی گئی ہوں گی۔ لیکن جبار احمق تھا۔ وہ جمشید کے بارے میں جتنا سوچتا گیا اُسے یقین ہوتا گیا کہ سرغنہ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اُوہ......تو پھر کیا وہ اس کے توسط سے فریدی پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے۔ ادھر کچھ دنوں سے وہ اُس پر اس حد تک مہربان ہوگیا تھا کہ اپنے ذاتی کام بھی اُسی کے سپرد کردیتا۔ پچھلے ایک ہفتے سے تو اُس نے اپنے دفتر میں قدم تک نہیں رکھا تھا۔ بہانہ بیماری کا تھا لیکن اصل بات اُس نے اوزاکا کو بتائی تھی۔ وہ آرام کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے گھر چھوڑ کر ساحل کے ایک ہٹ میں قیام کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ہٹ کے فون نمبر بھی صرف اُوزاکا ہی کو دیئے تھے اور تاکید کردی تھی کہ وہ اصل بات اپنی ہی ذات تک محدود رکھے اور اشد ضرورت ہی کے تحت اُسے فون کرے۔ ہٹ تک خود نہ آئے۔ معاملات کو فون ہی تک محدود رکھے ویسے ہٹ کا نمبر بھی بتا دیا تھا۔

اوزاکا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ کس طرح فریدی تک یہ بات پہنچائے۔ اُس نے گھڑی دیکھی نو بج رہے تھے۔ اُٹھ کھڑا ہوا۔ آدھے گھنٹے کی دیر ہوگئی تھی۔ اُسے ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے ڈیوٹی پر روانہ ہوجانا چاہئے تھا۔

باہر نکلا ہی تھا کہ سامنے سے ایک جیپ آتی دکھائی دی اور سیدھی برآمدے کی طرف چلی آئی۔ اوزاکا چونک پڑا۔ اُس پر تین مسلح فوجی سوار تھے۔ اُن میں سے ایک میجر تھا اور دو کیپٹن۔ میجر کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔

''تم اوزاکا ہو۔'' میجر نے اُس سے سوال کیا۔

''جی ہاں...... میرا یہی نام ہے۔''

''اسٹیل ملز میں کام کرتے ہو؟''

''جی ہاں۔ میں وہاں انجینئر ہوں۔''

''اور مسٹر جمشید کے خاص آدمی بھی۔''

''کسی حد تک۔''

''ہمیں مسٹر جمشید کا پتہ چاہئے۔''

''وہ تو آپ مل ہی میں کسی سے معلوم کر سکتے تھے۔ یہاں خواہ مخواہ آئے۔''

''وہ گھر پر نہیں ملا۔ مل ہی کے بعض آفیسرز کا خیال ہے کہ تم ہی اُس کا صحیح پتا بتا سکو گے۔''

''اُوہ...... تو کیا اُس نے میرے علاوہ اور کسی کو اپنا پتا نہیں بتایا۔'' اوزاکا نے حیرت سے کہا۔ ''دراصل وہ آرام کرنا چاہتا تھا اسلئے گھر سے ساحل کے ایک ہٹ میں منتقل ہو گیا ہے۔''

''ہٹ کا نمبر بتاؤ۔''

''نمبر تو نہیں معلوم۔'' اوزاکا نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کہا۔ ''لیکن ساتھ چل کر ہٹ کی نشاندہی کر سکتا ہوں۔''

وہ جمشید کا انجام خود اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہٹ کا نمبر اُنہیں نہیں بتایا تھا۔

''چلو بیٹھ جاؤ۔'' میجر نے جیپ کی طرف اشارہ کیا۔ اوزاکا عجیب سے ہیجان میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اُچھل کر جیپ کی پچھلی نشست پر جم گیا۔ خاصی تیز رفتاری سے جیپ روانہ ہوئی تھی۔ اوزاکا خاموش تھا۔ خود سے کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جمشید کے سلسلے میں مزید پوچھ گچھ کریں گے۔ لیکن انہوں نے بھی خاموشی ہی اختیار کر کے اُسے عجیب سی گھٹن میں مبتلا کر دیا تھا۔ پھر جیپ ٹھیک اُسی ہٹ کے سامنے رکی تھی۔ میجر نے نیچے اُتر کر ہٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دونوں کیپٹن بھی اُتر گئے تھے لیکن اوزاکا اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ ہٹ کا دروازہ کھلا اور جمشید کی شکل دکھائی دی لیکن اُس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ پھر نگاہ جیپ کی طرف اُٹھی۔ اُوزاکا سے آنکھیں چار ہوئیں اور وہ بُرا سا منہ بنا کر میجر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''ہمیں تجربہ گاہ کے قفل کا کمبی نیشن چاہئے مسٹر جمشید۔'' میجر بولا۔

''کس ضابطے کے تحت......؟'' جمشید غرایا۔

''ایمرجنسی کے تحت۔''

''ایمرجنسی کے تحت تم مجھے گولی مار سکتے ہو۔لیکن مجھ سے قفل کا کمبی نیشن نہیں معلوم کر سکتے۔''

''کیا تم جانتے ہو کہ کس سے گفتگو کر رہے ہو؟'' میجر نے سخت لہجے میں کہا۔

''غالباً کسی میجر سے۔'' وہ اسکے شانے پر نظر دوڑاتا ہوا تلخی سے بولا۔''میں کمبی نیشن نہیں بتا سکتا۔ البتہ خود چل کر تمہارے لئے قفل ضرور کھول سکتا ہوں۔ منیجر کے علاوہ اور کوئی کمبی نیشن کا علم رکھنے کا مجاز نہیں ہے۔''

''تو پھر چلو۔تم خود ہی قفل کھول دو۔''

''مل کا چارج لیتے ہی میں نے اصول کے تحت تجربہ گاہ کا قفل بدلوا دیا تھا۔'' جمشید بولا۔''ٹھہرو میں لباس تبدیل کرلوں۔''

اُس نے ہٹ کا دروازہ بند کردیا اور وہ تینوں باہر ہی کھڑے رہے۔تھوڑی دیر بعد جمشید لباس تبدیل کر کے باہر نکلا اور منیجر کے برابر ہی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اوزاکا دونوں کپتانوں کے درمیان پھنسا بیٹھا تھا۔

اس انداز میں وہ اسٹیل ملز پہنچے تو وہاں سنسنی پھیل گئی۔ جمشید تجربہ گاہ کی طرف بڑھتا ہوا اوزاکا سے بولا۔''تم بھی آؤ۔''

''مسٹر جمشید۔'' وہ آہستہ سے بولا۔''میں مجبور تھا۔ انہوں نے مجھے بھی ایمرجنسی کی دھمکی دی تھی۔''

''اوہ......اُسے بھول جاؤ۔''

اوزاکا کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ پتہ نہیں کیا چکر ہے۔ یہ لوگ تجربہ گاہ کیوں دیکھنا چاہتے ہیں۔ تجربہ گاہ کے صدر دروازے پر پہنچ کر جمشید رک گیا اور اُن سبھوں سے بولا۔''براہِ کرم دوسری طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ میں قفل کھولنے جا رہا ہوں۔''

فوجیوں نے بے چوں و چرا اس مشورے پر عمل کیا۔ خود اوزاکا کو بھی اپنا رخ موڑنا پڑا۔

جمشید نے حروف کے امتزاج سے وہ ترتیب متشکل کی جس سے قفل کھلتا تھا۔

پھر وہ تجربہ گاہ کے اندر داخل ہوئے۔ خاصا کشادہ اور ساؤنڈ پروف ہال تھا۔ جہاں چاروں طرف بڑی بڑی میزیں پڑی ہوئی تھیں اور اُن پر سائنسی آلات رکھے ہوئے تھے۔

میجر اطراف و جوانب کا بغور جائزہ لیتا رہا پھر ایک ٹرالی کے قریب جا کھڑا ہوا۔ یہ ٹرالی نیچے سے اوپر تک ہر طرف سے ڈھکی ہوئی تھی اور اس میں بھی حروف ہی کے امتزاج سے کھلنے والا قفل نصب تھا۔

''ہم یہ ٹرالی اپنے ساتھ لے جائیں گے۔'' میجر نے جمشید سے کہا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''کیا مطلب......؟''

''اسے کھول کر دیکھنا چاہتے ہو تو یہیں ممکن ہے۔ یہاں سے کوئی چیز ہٹائی نہیں جاسکتی۔''

دفعتاً دونوں کپتانوں نے ریوالور نکال لئے۔ وہ دوسری طرف ایک میز کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ جمشید نے کنکھیوں سے ان کی طرف دیکھا اور پھر میجر کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''ٹرالی جائے گی مسٹر جمشید۔'' میجر ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا اور دوسرے ہی لمحے میں جمشید کی ایک ٹانگ اُٹھ کر اُس میز کے نیچے گئی جس کی دوسری طرف دونوں فوجی ریوالور تانے کھڑے تھے۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ سمجھ سکتے میز اُن پر الٹ گئی اور اُن دونوں کے سر فرش سے ٹکرائے تھے اور پورا ہال گونج اُٹھا تھا۔ پستول ہاتھوں سے نکل کر دور جا پڑے۔ اوزاکا لرز کر رہ گیا۔ اتنی وزنی میز اس آسانی سے الٹ دیا۔ ہر ایک کے بس کا روگ نہیں تھا اور پھر یہ سب کچھ اتنی پھرتی سے ہوا تھا کہ خود اوزاکا کی عقل بھی چکرا گئی تھی۔

میجر نے جمشید پر چھلانگ لگائی اور تیر کی طرح اُس پر آیا۔ لیکن جمشید نے اُسے زمین سے اُکھاڑ کر دوسری طرف الٹ دیا۔ دونوں کیپٹن وزنی میز کے نیچے سے نکل آنے کے لئے پیر مار رہے تھے۔ میجر پھر اُٹھا اور جمشید پر ٹوٹ پڑا۔ اس بار حملہ سخت تھا۔ جمشید کے قدم بھی لڑکھڑا گئے تھے لیکن وہ اُسے گرا نہ سکا۔ دونوں اَڑنے بھینسوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ اوزاکا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ دیوار سے لگا کھڑا ہانپتا رہا۔

دونوں کیپٹن اب بے سدھ پڑے ہوئے تھے شائد وزنی میز نے گہری چوٹیں پہنچائی

تھیں۔ اوزاکا سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ ایک ریوالور اُٹھائے اور اُسے جمشید کی کنپٹی سے لگا کر فائر کردے۔ ٹھیک اُسی وقت اُس نے میجر کی چیخ سنی جسے جمشید دبوچے بیٹھا تھا۔ پھر اُس نے اُسے چھوڑ کر ہٹتے دیکھا۔ میجر کسی مردہ چوہے کی طرح فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

جمشید مسکراتا ہوا اوزاکا کی طرف پلٹا اور اوزاکا کو ایسا محسوس ہوا جیسے اُس کے اپنے گھٹنے کانپ رہے ہوں اور اب وہ زیادہ دیر تک کھڑا نہیں رہ سکے گا۔ اگر ہال ساؤنڈ پروف نہ ہوتا تو باہر بھیڑ لگ گئی ہوتی۔

''اوزاکا......!'' دفعتاً جمشید نے بے حد پیار بھرے لہجے میں کہا۔ ''ادھر آؤ۔''

اور وہ کسی سحر زدہ آدمی کی طرح اُس کی طرف کھنچا چلا گیا۔

''ذرا دیکھو۔'' جمشید بے ہوش میجر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

''کتنی حیرت انگیز عینک ہے کہ اتنی زبردست کشتی ہونے کے باوجود بھی نہ تو ٹوٹی اور نہ اپنی جگہ سے ہٹی۔''

''ہے تو۔'' اوزاکا احمقانہ انداز میں بولا۔

''تمہارا بہت بہت شکریہ اوزاکا کہ تمہاری وجہ سے میں تنظیم کے سرغنہ پر ہاتھ ڈال سکا۔'' جمشید نے کہا۔ لیکن اس بار اُس کی آواز ایسی نہیں تھی جیسی وہ اب تک سنتا رہا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔

''اوہ......کیا اب بھی نہیں پہچانا۔'' جمشید ہنس کر بولا۔

''کک......کرنل فریدی۔'' اوزاکا اُچھل پڑا۔

''ادھر بیٹھو میں تمہیں دکھاؤں۔'' وہ فرش کی طرف اشارہ کر کے بولا اور وہ خود بھی میجر کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ لیکن اوزاکا تو اب بھی ہونقوں کی طرح اُسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔ نہ اُسے تنظیم کے سرغنہ سے کوئی دلچسپی رہی تھی اور نہ اُس کی حیرت انگیز عینک سے۔

بڑی دشواری سے عینک اُتری اور فریدی اُس کی بائیں آنکھ کی پلک اُٹھا کر بولا۔ ''یہ دیکھو، اسکی ایک آنکھ نقلی ہے۔ فیمی یہی بات جانتی تھی اور اس نے مجھے اس سے آگاہ کر دیا تھا۔''

''تت تو یہ جیرالڈ شاستری......!''

''اس نقلی آنکھ کے سہارے یہ جیرالڈ شاستری کا بہروپ بھرا کرتا تھا۔ یہ بہت دنوں

سے میری نظر میں رہا تھا لیکن میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ یہ اتنا اہم آدمی ہوگا۔ ویسے تھا دلیر آدمی۔ محض اس خیال سے میرے اسسٹنٹ سے آٹکرایا تھا کہ فیمی نے مجھ سے اُس کا ذکر ضرور کیا ہوگا۔ شائد اسی طرح میں اُس کے سامنے آجاؤں اور وہ مجھ پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہوجائے۔ بہت دنوں تک اسی اُمید پر میرے اسسٹنٹ کے ساتھ رہا۔''

''تو...... یہ...... وہ جیروم ہے جس کا ذکر آپ نے کیا تھا۔''

''ہاں وہی ہے...... اور اس وقت یہاں سے بہت ہی اہم آلات نکال لے جانے کی کوشش کی تھی۔ شاید ان ہی آلات پر فلائنگ ڈیوائیسز کے دوبارہ بنالینے کا انحصار تھا۔''

''خدا کی پناہ۔'' اوزاکا اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''میں تو آپ کو تنظیم کا سرغنہ سمجھا تھا۔ اسی لئے اُنہیں آپ تک لے گیا تھا ورنہ ان کے فرشتے بھی آپ کا پتہ مجھ سے نہ معلوم کر سکتے۔''

''میں یہی چاہتا تھا اور مجھے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن ایسا ضرور ہوگا اور میں بالآخر تمہارے ہی توسط سے سرغنہ پر ہاتھ ڈال سکوں گا۔''

''شاید اب میں بے ہوش ہوجاؤں گا۔''

''نہیں...... تمہیں ہوش میں رہنا چاہئے تاکہ تم اپنی قوم کے انقلاب پسندوں کو بتا سکو کہ وہ انقلاب کے نام پر کس کس طرح استعمال کئے جارہے ہیں۔''

اوزاکا کچھ نہ بولا۔ خالی خالی آنکھوں سے فضا میں گھورے جارہا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے زمین کی گردش رک گئی ہو۔

''زیرولینڈ کا نام سنا ہے۔'' فریدی اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

اوزاکا نے اثبات میں سرہلا دیا۔

''یہ اُسی تنظیم سے متعلق ہیں اور ایک ایسے ملک کے لئے یہاں کام کررہے تھے جو نہیں چاہتا کہ ہم بھی تیل پیدا کرنے والے ملکوں کی صف میں شامل ہوسکیں۔''

اوزاکا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھے جارہا تھا۔

تمام شد